

## وحشت

منظر الحق علوی

قسط نمبر: 6

اس کی ایک گرج سے کوہ و بیان تھرا گئے، ایسی دھلا دینے والی گرج میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ سپاہیوں کی ڈھالوں کی ٹکرانے کی آواز سے فضا میں ہزاروں بجلیاں کوندتی محسوس ہوتیں۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

منظر الحق علوی کے قلم سے لکھی گئی ایک وحشت ناک اور عجیب و پر اسرار داستان

یافذا کی التجا:

تقریباً آج پچھتے بعد 1853ء کے ماہ نومبر میں شاہی کراں نوڈو اٹگو میں بی تھا جب دونوں شہزادوں کا ڈھکا چھایا اختلاف کھل کر ایک جھگڑے کی صورت میں سامنے آ گیا۔

حالانکہ دونوں شہزادوں میں سے کسی ایک کی رجسٹ کو بھی کراں میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اس کے باوجود وہاں لوگوں کا جم غفیر تھا اور سب کے سب جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ دن کے وقت آتے اور رات کے وقت قریب کے فوجی کراںوں میں سونے کے لئے چلے جاتے۔

ایک شام چند سپاہی۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا تو ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، بازار سے کراں کو واپس جا رہے تھے تو ان میں جھگ ہو گئی جو آخری جتن اور شورش کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

اس وقت اتفاقاً اس کراں میں دو مختلف رہنمیں مقیم تھیں۔ یاد پڑتا ہے کہ ان میں سے ایک رجسٹ اسکا وٹھسانا اور ہلا پاتھی۔ ان میں سے ایک رجسٹ کاٹو وایو کی اور دوسری اسملازی کی حمایتی تھی۔ ان دونوں رہنمیں کے چند و ستے متوازی صفوں میں چل رہے

تھے۔ راستے میں ان دوسروں کے درمیان اس بات پر بحث چل نکلی کہ یاٹرا کے بعد کون بادشاہ بنے گا۔ کاٹو وایو یا اسملازی۔ بحث میں گرمی آ گئی تو اس نے بڑھ کر جھگڑے کی صورت اختیار کر لی پھر نوبت ہاتھ پھائی تک پہنچ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسملازی کے حمایتی نے اپنے ڈنڈے سے کاٹو وایو کے حمایتی کی کھوپڑی پھاڑ دی۔ وہ مر گیا۔ اس پر مقتول کے دوست اور ساتھی قاتل اور اس کے ساتھیوں پر اوسوٹو کا نعرہ لگا کر ٹوٹ پڑے اور ان میں بڑی خوفناک جنگ شروع ہوئی۔ یہاں میں یہ بتا دیں کہ یہ اوسوٹو کا نعرہ کاٹو وایو کے حمایتیوں کا جنگی نعرہ بن گیا خیر تو خوش قسمتی سے دونوں رہنمیں کے سپاہیوں کے پاس اس وقت ہتھیار کے نام صرف ڈنڈے تھے اگر کہیں وہ بھالوں سے راج ہوتے تو مرنے والوں کی تعداد اور بڑی بھاری ہوتی۔ لیکن ڈنڈوں کی ضربوں کی وجہ سے اس جھڑپ کا فیصلہ کسی کے بھی حق میں نہ ہوا۔

اس قسم کے معاملہ میں، شروع سے بدقسمت رہا ہوں، چنانچہ یہاں بھی میری بد قسمتی آڑے آئی۔ اس دن میں چند پرندوں کا شکار کر کے اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اس دفعہ بھی میرا پڑاؤ اسی وادی میں تھا جہاں پہلی دفعہ رہا تھا اور جس کے سامنے والے میدان







اسلامی کے سردار کو پیٹ کر جھگڑے کا آغاز کیا۔ لیکن پھر یہ ہوا کہ اسلامی کے آدمی نے کاٹو وایو کے آدمی کو قتل کر دیا اور اس کے بعد ہی باقاعدہ جنگ شروع ہوئی۔  
”تو پھر معلوم ایسا ہوا ہے کہ قصور اوسو کو کا ہے۔“  
پاٹل نے کہا۔

اس پر کاٹو وایو سخت غصے کے عالم میں اٹھ کھڑا ہو اور بولا۔

”شاہ زولو! میرے باپ! کون سے ثبوت کے سہارے تم میرے آدمیوں کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہو؟ اس سفید قام کا بیان کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ وہ اسلامی اور اس کے رفیق خاص سادو کو کا دوست ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے میرے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔“

”بے شک کاٹو وایو“ میں نے کہا۔ ”میں نے تمہارے دو آدمیوں کو قتل کر دیا کیونکہ انہوں نے بے وجہ مجھ پر حملہ کر دیا تھا چنانچہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ وہ میری کمپوزی پھاڑوں میں خود انہیں ہی ٹھکانے لگا دوں۔“

”کچھ بھی ہو بہر حال تم نے انہیں قتل کیا ہے پست قامت سفید قام“ کاٹو وایو چخا۔ ”اور اس کے لئے تمہارا خون ہمارے لئے حلال ہو جاتا ہے۔“ خون کا بدلہ خون۔ چنانچہ ان کے خون کا بہا تمہارا خون ہو سکتا ہے۔ یہ قاتل سفید قام کہ تمہیں اپنے سچ آدمیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آنے کی اجازت کس نے دی جبکہ بادشاہ کے بیٹوں کو بھی سچ ہو کر آنے کی اجازت نہیں؟ اسلامی نے دی ہے یہ اجازت؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اپنے دوست سے کہو کہ وہ تمہاری حفاظت کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔“

”کاٹو وایو! تمہیں یہ مشورہ دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ میکومیزن کی حفاظت تو میں بہر حال کروں گا۔“ اسلامی نے کہا۔

”شکر یہ شہزادے!“ میں نے کہا۔ ”لیکن اگر ضرورت ہوئی تو میں خود اپنی حفاظت کروں گا جس طرح

کہ کل کر چکا اور ثابت کر چکا ہوں کہ میں آپ اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔“

اور میں نے اپنی دو تالی بندوں کا گھوڑا چڑھایا اور کاٹو وایو کی طرف گھور کر دیکھا۔

”میکومیزن! اگر اس وقت نہیں تو پھر اس وقت میں تمہارے پیچھے لگ جاؤں گا جب تم یہاں سے راز ہو گے۔“ کاٹو وایو نے مجھے دھمکی دی اور پھر دو اگلے دانٹوں کے درمیان سے تھوک کی پچکاری زمیں پر مار دی جب وہ غصے ہوتا تھا تو ایسا ہی کرتا تھا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت غصے سے دیوانہ ہو رہا تھا اور کسی پر اپنا غصہ اتارنا چاہتا تھا حالانکہ ہم دونوں کے تعلقات ہمیشہ سے ہی اچھے اور دوستانہ رہے تھے۔

”اگر ایسا ہی ہے تو پھر میرا قیام یہیں رہے گا جہاں ہے۔“ میں نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ ”یعنی تمہارے باپ اور شاہ زولو کے سامنے ہیں۔ اس کے علاوہ کاٹو وایو تمہیں حماقت اور غصے نے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ تمہیں یہ تک بھائی نہیں دیتا کہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اگر پھر فوجیں تمہاری خبر لینے آ جائیں گی؟ یہ نہ بھولو کاٹو وایو! اگر میں مارا گیا تو میرے خون کا حساب چکانے کے لئے کسی اور کو نہیں بلکہ خود تمہیں طلب کیا جائے گا۔“

”ہاں۔“ پاٹل نے کہا۔ ”اور سب لوگ یہ بھی سن لیں کہ اگر کسی نے میکومیزن کو جو میرا مہمان ہے، انگلی تک بھی اٹھائی تو پھر وہ مارا جائے گا پھر وہ کوئی آدمی ہو یا شہزادہ اور میرا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ کاٹو وایو میں حکم دیتا ہوں کہ تم جرمانے کے طور پر بیس گائیں میکومیزن کو ادا کرو کیونکہ تمہارے آدمیوں نے بے وجہ ہی ہمارے مہمان پر حملہ کیا تھا اور میکومیزن نے انہیں ٹھکانے لگا دیا تو وہ اسی کے مستحق تھے۔“

”شاہ زولو! جرمانہ ادا کرو یا جائے گا۔“ کاٹو وایو نے مجھ کو کہا کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ مجھے دھمکی دے کر اس نے معاملہ لگاڑ دیا تھا۔

اور پھر مزید بحث کے بعد پاٹل نے فیصلہ سنایا

جس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ چونکہ یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ جس سے کون سی پارٹی کتنے گارہیں اس لئے دونوں کو روک دیا کہ وہ دونوں پارٹیاں ہی جرمانہ کے اتنے اتنے عرصے میں اس کے بعد اس نے دونوں پارٹیوں کو روک کر کے ایک طویل تقریر کر کے جسے دونوں ہی مطالب نے اپورٹی دل اور بیزاری سے سنا۔

جب یہ معاملہ ختم ہوا تو اس مجلس یاد رہا کہ اصل کارروائی شروع ہوئی۔

کاٹو وایو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پاٹل کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔

”اے شاہ زولو اور میرے باپ۔“ اس نے کہا۔

”پورے ملک پر اندھیرا چھایا ہوا ہے اور پریشان حال رہا اس اندھیرے میں بھٹک رہی ہے اور اسے کچھ بھائی نہیں دیتا چنانچہ تم اس اندھیرے کو دور کر سکتے ہو اور روشنی دے سکتے ہو۔ مجھ میں اور میرے بھائی اسلامی میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور یہ بڑا زبردست اختلاف ہے اور اس بات پر ہے کہ جب تم چلے جاؤ گے تو تمہاری جگہ کون سنبھالے گا۔ تم سے بار بار یہ سوال پوچھا گیا ہے لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہماری قوم کے کچھ لوگ اسلامی کی حمایت کرتے ہیں اور کچھ میری لیکن اے بادشاہ! آخری فیصلہ تم اور صرف تم کر سکتے ہو۔

لیکن اس سے پہلے کہ تم آخری فیصلہ کرو میں اور میرے حمایتی ایک بار جتنا دینا چاہتے ہیں۔ میری ماں..... تمہاری انکوسازانہ ہے۔ چنانچہ قانون کی رو سے میں، تمہارا بیٹا تمہارے تحت کا صحیح وارث ہوں۔ اس کے علاوہ تم سے پہلے والے کے زمانے میں (مراد ڈنگان سے ہے) جب تم بوڑوں کے پاس بھاگ کر گئے تھے اور انہوں نے پوچھا تھا کہ تمہارا وارث کون ہو گا تو کیا اس وقت تم نے میری طرف اشارہ نہ کیا تھا؟ اور کیا تمہارے اس اشارے پر بوڑوں نے مجھے ولی عہد کا لباس نہ پہنایا تھا؟ آئندہ چل کر میں ہی زولو لینڈ کا بادشاہ بننے والا تھا؟ لیکن اب کچھلے ایک عرصے سے اسلامی کی ماں اور دوسرے لوگ تمہارے کان بھر رہے ہیں۔“ اور یہاں

اس نے ”دوسروں“ کا مطلب واضح کرنے کے لئے سادو کو اور اسلامی کی طرف دیکھا۔ ”اور ان کی سرگوشیوں کی وجہ سے تمہارا دل میری طرف سے سرد پڑ گیا ہے۔ اس قدر سرد کہ اب تم مجھے چل کر اور میرے نام پر تھوک کر اسلامی کو اپنے بعد بادشاہ بنانے کا اعلان کر دو گے۔“ اگر تمہارا ارادہ یہی ہے تو پھر سب کے سامنے اسی وقت اور صاف صاف لفظوں میں کہہ دو تاکہ میں بھی یہ فیصلہ کر سکوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“

اپنی تقریر ختم کر کے، جو یقیناً موثر اور شاندار تھی، کاٹو وایو بیٹھ گیا اور خاموشی سے بادشاہ کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن کوئی جواب دینے بغیر پاٹل نے اسلامی کی طرف دیکھا۔

اب اسلامی اٹھا اور اسے اٹھتے دیکھ کر لوگوں نے خوب تالیاں بجائیں اور نعرے لگائے۔ یہاں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ حالانکہ کاٹو وایو کے حمایتیوں کی تعداد زیادہ تھی، خصوصاً ان علاقوں اور کراؤں میں جو شاہی کراں سے دور واقع تھے لیکن زولو اسلامی کو زیادہ پسند کرتے تھے اس کی ہر دلعزیزی کا راز غالباً اس کی جسمانی قوت، قبول صورتی اور فطری رحم دلی میں پوشیدہ تھا۔

”اے شاہ زولو اور میرے باپ، اسلامی نے کہا۔ ”اپنے بھائی کاٹو وایو کی طرح میں بھی تمہارے فیصلے کا منتظر ہوں۔ تم نے بوڑوں سے اپنی گھبراہٹ غلبت یا خوف میں کچھ ہی کیوں نہ کہا ہو لیکن آج تک میرے بھائی کاٹو وایو کی ولی عہد کی کا اعلان زولو قوم کے سامنے نہیں کیا گیا۔ چنانچہ میں کہہ سکتا ہوں کہ وراثت کا میں بھی اتنا ہی حقدار ہوں جتنا کہ میرا بھائی کاٹو وایو۔ اس کے باوجود اس کا فیصلہ تو تم ہی کر سکتے ہو کہ اس دن کے بعد جو میری دعا ہے کہ کبھی نہ آئے۔ شاہی آبادہ کون اپنے شانوں پر ڈالے گا۔ تاہم آپس کے جھگڑوں کو مٹانے اور خون خرابے سے بچانے کے لئے میں اپنے بھائی کے ساتھ زولو لینڈ کا ہنوارہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔“



یہاں پانڈا اور کاٹو واپو نے نفی میں سر ہلایا اور وہاں موجود ہر شخص نے کہا: ”نہیں۔ نہیں۔“

”اور اگر یہ منظور نہیں“ اسملازی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا، تو میں کاٹو واپو کو مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آ جاؤ ہم دونوں مردوں کی طرح لڑ کر فیصلہ کر لیں۔ ہم دونوں میں سے جو زندہ رہے گا وہی زولو لینڈ کا بادشاہ بنے گا۔“

”یہ پیشکش تم نے بڑے یقین کے ساتھ کی ہے اسملازی“ کاٹو واپو نے طنز سے کہا۔ ”اور کیوں نہ ہو؟ کبھی جانتے ہیں کہ تمہارا لقب بھی ہے اور تم زولوؤں میں سب سے زیادہ بہادر اور قوی ہو۔ نہیں۔ میں ان لوگوں کی قسموں کا فیصلہ، جو میری جان کے ساتھ ہیں، بھالے کی ٹوک پر اور اس کی ایک ضرب پر نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ چنانچہ اے میرے باپ! فیصلہ کرو۔ بتاؤ کہ جب تم مردوں کے پاس چلے جاؤ گے تو تمہاری جگہ کون لے گا؟“

اور اب پانڈا اب حد پریشان تھا اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ باڑ کے پیچھے سے، جہاں وہ دونوں ساری کارروائی دیکھ اور باتیں سن رہی تھیں، کاٹو واپو اور اسملازی کی مائیں نکل آئیں۔ کاٹو واپو کی ماں پانڈا کے ایک اور اسملازی کی ماں اس کے دوسرے کان میں کچھ کہنے لگی۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے پانڈا کو کیا مشورہ دیا البتہ یہ بات صاف تھی کہ دونوں کا مشورہ مختلف کیونکہ ہمارے پانڈا نے نظریں گھما کر پہلے ایک اور پھر دوسری بیوی کی طرف دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ لے کہ وہ ان کے مشورے نہ سن سکے۔

”فیصلہ کرو شاہ زولو۔ فیصلہ کرو۔“ حاضرین چلائے ”کون ہمارا بادشاہ ہوگا تمہارے بعد؟ کاٹو واپو یا اسملازی؟“

میں نے پانڈا کی طرف دیکھا تو نظر آ یا کہ وہ سخت روحانی کرب میں مبتلا تھا۔ اس کی توند دھنکی کی طرح اٹھ اور گر رہی تھی اور حالانکہ دل مرد تھا لیکن پانڈا کے اٹھے سے پسینہ پھینکے گا۔

”میکو میزن! جب صورت حال ایسی ہو تو سفید فام کیا کرتے ہیں؟ اس نے پھٹی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔“

اس کے اس سوال کا جواب میں نے نظریں جوکا اور اور نیچی آواز میں دیا اور میری آواز وہی لوگ سن سکے جو بہت قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

”شاہ زولو! میرے خیال میں اس صورت حال میں سفید فام کچھ نہیں کرے گا۔ وہ غالباً یہ کہے گا کہ جب وہ مر جائے تو دوسرے اس بات کا فیصلہ کر لیں گے۔“

”تو کیا میں بھی یہی کہہ دوں؟“ پانڈا بڑبڑایا۔ ”لیکن یہ ناممکن ہے۔“

اس کے بعد خاموشی کا طویل وقفہ رہا۔ اس عرصے میں ہر شخص خاموش رہا کیونکہ وہاں موجود ہر شخص محسوس کر رہا تھا کہ وہ قسمت کی کھڑی تھی۔

”پھر پانڈا اپنے گھٹنوں پر ہاتھ ٹیک کر بدقت تمام اٹھا کیونکہ وہ بہت موٹا تھا اور یوں کھڑے ہو کر اس نے وہ منحوس اور فیصلہ کن الفاظ کہے جو زولو لینڈ کی گھاس کو خون سے سرخ کر دینے والے تھے۔ اس نے کہا: ”جب دو سائندوں میں اختلاف ہو جائے تو مناسب یہی ہے کہ پھر وہ آپس میں لڑ کر فیصلہ کر لیں۔“

پانڈا کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ ”شاہی سلام“ بانی ”کے غرے سے فضا تھرا گئی چنانچہ معلوم ہوا کہ لوگوں نے بادشاہ کے اس فیصلے کو پسندیدگی کی سند دے دی تھی اور اس فیصلے کا مطلب تھا خانہ جنگی اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی موتیں۔

اور اب پانڈا اپنا اور مردانہ قدموں اور یوں ڈولتا ہوا جھوپڑی کی طرف چلا کہ مجھے خوف ہوا کہ وہ بہوش ہو کر گر پڑے گا۔ حریف مٹائیں، دائیں یعنی کاٹو واپو اور اسملازی کی بائیں، اس کے پیچھے لپکیں۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے پہلے جھوپڑی میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھیں کیونکہ زولو ہر بات سے شگون لیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں بھی یہ تھا کہ جو پہلے داخل ہوگی اسی کا بیٹا بادشاہ بنے گا لیکن ہوا یہ کہ وہ دونوں ایک

ساتھ ہی جھوپڑی کے دروازے میں داخل ہوئیں اور ٹانہاٹوں نے اس پر مایوسی سے سر ہلایے۔ جب بادشاہ اور اس کی مٹائیں چلی گئیں تو لوگ بھی بکھرنے لگے اور میں نے دیکھا کہ دونوں شہزادوں کی پارٹیاں آپس میں ذرا بھی جھگڑا کے بغیر ایک دوسرے پر آوازے کے بغیر رخصت ہوئیں۔ میرے ذہن میں یہ خاموشی اور عارضی صلح اس لئے ہو گئی تھی کہ دونوں پارٹیوں نے سمجھ لیا تھا کہ ان کا ٹی جھگڑا اب ایک عام اور کھلی جنگ میں تبدیل ہو گیا تھا اور اس کا فیصلہ کراں کے باہر معمولی قسم کی جھڑپوں اور ڈنڈوں سے نہیں بلکہ میدان جنگ میں اور بھانوں سے ہونے والا تھا۔

اس کے دو دن بعد نوڈاگو میں پانڈا کے محافظ باپوں کے علاوہ ایک بھی سپاہی نظر نہ آتا تھا۔ دونوں شہزادے بھی اپنے اپنے حمایتیوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے چلے گئے۔ کاٹو واپو منڈلا کاڑیوں میں، جو اس کے ماتحت تھے، چلا گیا اور اسملازی اوپیری کے کراں کی طرف لوٹ گیا جو اتفاق سے ان کے کراںوں کے عین مرکز میں تھا جن کے سردار اسملازی کا ساتھ دے رہے تھے۔

اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ مائیں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا یا نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ خود مائیں اپنے باپ کے کراں میں اس خوف سے نہ گئی تھی کہ وہاں اس کا استقبال ایسا کیا جائے گا جو اسے پسند نہ آئے گا یا اس کے لئے خلاف توقع ہوگا۔ چنانچہ وہ کسی قریبی کراں میں بیٹھ کر اپنی قسمت کے چکر کے ادھر یا ادھر گھومنے کا انتظار کرنے لگی۔ بہر حال میں نے اسے اس کے بعد نہ دیکھا کیونکہ میں سمجھتا ہوں احتیاطاً وہ خود بھی میرے سامنے نہ آئی اور مجھ سے کترات رہی۔

لیکن اسملازی اور سادوکو کے ساتھ بہر حال بری گفت و شنید ہوئی۔ نوڈاگو سے جانے سے پہلے وہ دونوں ایک ساتھ مجھ سے ملنے آئے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ مائیں کے واقعہ کی وجہ سے ان کی دوستی میں کوئی

فرق نہ آیا تھا۔ دونوں نے مجھ سے کہا کہ انہیں امید تھی کہ آنے والی جنگ میں میں ان کا ساتھ دوں گا۔

”سادوکو! اسملازی!“ میں نے جواب دیا۔ ”بے شک میں تم دونوں کو پسند کرتا ہوں اور تمہارا دوست بھی ہوں لیکن زولوؤں کی خانہ جنگی نہ تو میرا معاملہ ہے اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی واسطہ ہے۔ چنانچہ مجھے تو اپنی خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ میں جلد از جلد زولو لینڈ سے رخصت ہو جاؤں۔“

چنانچہ وہ دونوں بہت دیر تک مجھ سے بحث کرتے اور بڑے بڑے اخانات کے وعدے کرتے رہے لیکن جب میں ٹس سے مس نہ ہوا تو آخر کار اسملازی نے کہا۔

”سادوکو! مناسب ہوگا کہ اب ہم اپنے آپ کو اس سفید فام کے سامنے زیادہ ذلیل نہ کریں۔ بہر حال میکو میزن ٹھیک ہی کہتا ہے کہ یہ اس کا معاملہ نہیں ہے اور پھر یہ بھی ٹھیک ہے کہ ہم اپنے جھگڑوں میں میکو میزن سے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے لئے کیوں کہیں؟ تم جانو یہ سفید فام ہماری طرح نہیں ہوتے بلکہ یہ اپنی جانوں کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ الوداع میکو میزن! اگر گھر میری ہوئی اور میں تخت پر بیٹھا تو زولو لینڈ کی سرحدیں تمہارے لئے ہمیشہ کھلی ہوں گی اور اگر فتح میری نہ ہوئی تو پھر مناسب ہوگا کہ تم دریائے ٹیگولا کے اس طرف قدم بھی نہ رکھو کیونکہ یہاں پھر تم محفوظ نہ ہو گے۔“

اس کے لہجے میں چھپے ہوئے طنز کو میں نے محسوس تو کر لیا لیکن اس خوف سے کہ کہیں ایک بار پھر میرا شوق تجسس اور شوق ہم جوئی مجھے مصیبت میں نہ پھنسا دے میں نے کہا:

”شہزادہ کہتا ہے کہ میں بہادر نہیں ہوں اور مجھے اپنی جان عزیز ہے اور شہزادے نے یہ ٹھیک ہی کہا ہے۔ جنگ میں پسند نہیں کرتا کیونکہ ایک تاجر ہوں چنانچہ میرا دل بھی ایک تاجر کا ہی ہے نہ کہ سپاہی کا۔ ہاں میرا دل عظیم اندھو لو رو۔ اپنے سلوٹی (قارین بھولنے نہ



ہوں کہ یہ اسلامی کا لقب تھا جس کے معنی ہیں بالوں کے سمجھے والا ہاتھی) کا سائیں ہے میری اس بات پر شجرہ سادو کو مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ شجرہ ادے! الوداع میری دعا ہے کہ خوش بختی تمہارا ساتھ دے۔“

بے شک شجرہ ادے کو اس کے اس لقب سے یاد کرنا اور وہ بھی اس کے منہ پر جو اس کی توہین کے مترادف تھا اس کی ہنگامی کیونکہ یہ اس کی ایک جسمانی خانی کی طرف اشارہ تھا اور کسی نے اسلامی کا یہ لقب اس کے سامنے کہنے کی جرأت نہ کی تھی۔ لیکن خود میری بھی ہنگامی گئی تھی اور میں ”ہنگ کے بدلے ہنگ“ دینا چاہتا تھا۔ لیکن خود اسلامی نے اس کا برہنہ مانا۔

”خوش بختی کیا ہے میکویزن؟“ اسلامی نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تو مجھے خیال آتا ہے کہ زندہ رہنا اور پھلنا پھولنا خوش بختی ہے اور بھی خیال آتا ہے کہ سر کریمیش کی پر سکون نیند خوش بختی ہے کیونکہ پھر نہ تو جسمانی بھوک رہتی ہے اور نہ روحانی پیاس۔ نیند میں نہ تو تفکرات پاس آتے ہیں اور نہ ہی جان طلبی پریشان کرتی ہے اور نہ عورت کی بیوفائی اور دوستوں کی دھوکے بازیوں سے پالا پڑتا ہے۔ اگر جنگ کا فیصلہ میرے خلاف ہوا میکویزن تو پھر یہ خوش بختی میری ہوگی کیونکہ پھر میں کاٹو والی کی ایزویوں تلے کچلے جانے کے لئے زندہ رہوں گا۔“

اور پھر وہ پلٹ کر چل دیا۔ سادو کو بھی اس کے ساتھ چلا لیکن کچھ دور جانے کے بعد سادو کو کوئی بہانہ کر کے یا شاید اسلامی سے کچھ کہہ کر واپس آیا اور بولا: ”میکویزن! میرے دوست! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت میں آخری بار تم سے رخصت ہو رہا ہوں چنانچہ ایک درخواست ہے میری تم سے۔ یہ درخواست میں اس کے لئے کر رہا ہوں جو میرے لئے تو مرچکی ہے میکویزن میں سمجھتا ہوں کہ چور اسلامی کے الفاظ اس کے منہ سے سانپ کی زہریلی پھنکار کی طرح نکلے۔ ”نے مائنا کو بہت سے سوئی دے کر یا تو زکالی کے غار میں یا آس پاس کہیں چھپا دیا ہے اور اس کی حفاظت خود

زکالی کے سپرد کی ہے۔ اگر جنگ کا فیصلہ اسلامی کے خلاف ہوا اور میں مارا گیا تو میرا خیال ہے کہ مائینا کے سر پر مصیبت ٹوٹ پڑے گی کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا ہے ماسو پونیس بلکہ مائینا سارہ بھی اور ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ پکڑی گئی تو قتل کر دی جائے گی کیونکہ اس کا تعلق اسلامی سے ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے سازشوں میں اسلامی کا ساتھ دیا ہے۔

”میکویزن! میری بات سنو کہ میں تمہارے سامنے حقیقت بیان کر رہا ہوں اور سچ کہہ رہا ہوں۔ میرے دل میں اب بھی اس عورت کے لئے محبت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اس نے مجھ پر سحر کر دیا ہے۔ اس کی آنکھیں مجھے خواب میں پریشان کرتی ہیں اور اس کی آواز میں بستی ہواؤں میں سنتا ہوں۔ وہ مجھے ساری دنیا اور سارے آسمانوں اور ان کی دولت سے زیادہ عزیز ہے اور حالانکہ اس نے مجھ سے بے وفائی کی ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ اسے ذرا بھی نقصان پہنچے۔ میکویزن! میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر میں مرجائوں تو تم مائینا کا خیال رکھنا۔ اسے اپنے ساتھ اور اپنے گھر میں رکھنا ایک ملازمہ اور خادمہ کے طور پر ہی سہی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اسے کسی کی نہیں لیکن تمہاری پرواہ ہے۔ ہاں میکویزن وہ تمہیں چاہتی ہے۔ وہ اس کے ساتھ شخص اس لئے بھاگ گئی۔“ اور اس نے اس طرف اشارہ کیا جس طرف اسلامی گیا تھا کہ وہ شجرہ ادے ہے اور وہ اپنی حماقت سے یہ سمجھے ہوئے ہے کہ وہ ایک دن بادشاہ بن جائے گا۔ میکویزن! کم سے کم اسے ناٹال ضرور لے جانا اور وہاں اگر تم اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہو گے تو پھر وہ جس سے چاہے گی اور جس کو پسند کرے گی اس سے شادی کر لے گی اور پھر اپنی زندگی کی آخری رات تک سکون سے رہے گی۔ پاٹا تمہاری بہت زیادہ عزت کرتا ہے اور تمہیں پسند کرتا ہے۔ چنانچہ فتح کسی کی بھی ہو اگر تم نے مائینا کو مانگ لیا تو پاٹا کے حکم سے نہ صرف اس کی زندگی بخش دی جائے گی بلکہ اسے تمہارے حوالے بھی کر دیا جائے گا۔“

اور پھر اس عجیب آدمی نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھرے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رلاں تھے۔ ”میکویزن! اگر خوش قسمتی تمہارا ساتھ دے اور میری یہ انتہا درکنا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ بھی کہتا وہ اپنا کر چلا گیا۔

رہا میں تو میرا تو یہ ہے کہ میں قریب کے ایک پکڑے پر بیٹھ گیا اور سیٹی میں وہ حد گانے بلکہ بجانے لگا جو میری اماں نے مجھے سکھائی تھی اور اس کے بعد ہی میرا دماغ کچھ سوچنے کے قابل ہو سکا۔

جانے انجانے مائینا کا محافظ مجھے بنادیا گیا میں اور مائینا کا سر پرست یہ ایک عجیب اور شریر ورثا تھا جو مجھے ملا تھا۔ اسے اپنے گھر میں خادمہ بنا کر رکھوں حالانکہ اس کی خواہش کے مطابق میں اس کے ساتھ فرار نہ ہوا تھا؟ نہیں بھائی۔ اس سے تو وہ ”خوش بختی“ اچھی جس کا ذکر اسلامی نے کیا تھا۔ یعنی یہ کہ مزے سے اپنی قبر میں جا کر سو جاؤں۔ واقعی مائینا جیسی آتشی عورت کا سر پرست بننے سے تو اچھا ہے کہ آدمی مرجائے۔ لیکن پھر میں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ یہ واقعات رونما ہوں گے ہی نہیں جن کو مد نظر رکھتے ہوئے سادو کو نے یہ ذمہ داری میرے سر تھوپ دی تھی۔ لیکن یہ بھی میں جانتا تھا کہ اگر یہ واقعات ہو گئے، اگر ایسا ہی ہوا جیسا سادو کو نے کہا تھا تو پھر یہ ذمہ داری مجھے بہر حال لینی ہوگی۔ بے شک میں نے اپنی زبان سے سادو کو سے اس قسم کا کوئی وعدہ نہ کیا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا، جس طرح کہ خود سادو کو نے بھی یقیناً محسوس کیا ہوگا، کہ یہ وعدہ میرے دل نے اس کے دل سے کر لیا تھا۔ اور سادو کو مطمئن تھا کہ میں یہ خاموش وعدہ بہر حال نبھائوں گا۔

”چور اسلامی“ یہ عجیب الفاظ تھے جو شجرہ ادے کے جگری دوست اور اس کے دائیں بازو نے کہے تھے اور وہ بھی اس وقت جب وہ دونوں ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ میں شریک ہونے والے تھے۔ وہ شجرہ ادے

ہے اور وہ (یعنی مائینا) اپنی حماقت سے یہ سمجھے ہوئے ہے کہ وہ ایک دن بادشاہ بن جائے گا۔ یہ اور بھی زیادہ عجیب الفاظ ہیں۔ تو پھر سادو کو یقین نہیں ہے کہ اسلامی بادشاہ بنے گا۔ حالانکہ وہ خود اسلامی کا ساتھ اس جنگ میں دینے والا ہے جو تخت کے لئے لڑی جائے گی۔ ہاں سادو کو اس جنگ میں اسلامی کا ساتھ دے رہا ہے۔ وہ سادو کو جس نے کہا ہے کہ اس کے دل میں اب بھی اس عورت کے لئے محبت کی آگ بھڑک رہی ہے جسے ”چور اسلامی“ نے اس سے چرا لیا ہے۔

”اگر میں اسلامی ہوتا“ میں نے سوچا۔ ”تو میں سادو کو اپنا مشیر خاص اور جرنیل نہ بناتا۔ کم سے کم اس واقعہ کے بعد نہ بناتا۔ لیکن شکر ہے کہ میں نہ تو اسلامی ہوں نہ سادو کو، نہ کاٹو والی اور نہ زولو لینڈ شکر ہے کہ میں کل ہی اپنے ذریعے خیمے اٹھا کر زولو لینڈ سے رخصت ہو رہا ہوں۔

لیکن وہ کسی نے کہا ہے تاکہ ”من در چہ خیال و فلک در چہ خیال“ چنانچہ میں زولو لینڈ سے نہ صرف دوسرے دن بلکہ بہت سے طویل دنوں تک رخصت نہ ہو سکا۔

جب میں واپس اپنے بڑاؤ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ میرے تیل گھاس کے اس میدان میں سے گھاس چرنے کے عادی تھے، بڑے پراسرار طریقے سے غائب ہو گئے تھے۔ وہ گم ہو گئے تھے یا شاید زولو لینڈ کی فضا کی بے چینی محسوس کر کے مجھ سے پہلے ہی زولو لینڈ سے چلے گئے تھے غالباً کسی ایسے علاقے کی طرف جہاں امن ہو اور سکون ہو۔ میں نے اپنے تمام کافر شکاریوں کو ان کی تلاش میں دوڑا دیا۔ میں اور سکاؤل بڑاؤ میں ہی رہے کیونکہ افراتفری کے اس دور میں چھٹڑوں کو اکیلا یا خطرے کے بھروسے پر چھوڑنا مناسب نہ تھا۔

چار دن گزر گئے۔ ایک ہفتہ گزرا لیکن نہ تو میرے کافر شکاری واپس آئے اور نہ ہی وہ تیل جن کی تلاش میں وہ گئے تھے۔ اور پھر میرے نام ایک پیغام آیا جو عجیب بہم طریقے سے مجھ تک پہنچا۔ پیغام یوں تھا کہ



میرے کافر شکاریوں کو تیل مل گئے ہیں۔ تیل انہیں بہت دور ملے تھے۔ وہ لوگ بیلوں کو نوڈاگو کی طرف لارہے تھے کہ چند اوسوٹو نے۔ یعنی کانو واپو کی پارٹی والوں نے۔ انہیں یعنی کافر شکاریوں اور ان کے ساتھ بیلوں کو بھی، دریائے نوگیلا یا نیگولا کے دوسری طرف اور ناٹال میں دھکیل دیا جہاں انہوں نے واپس آنے کی جرأت نہ کی۔

اور اس دن زندگی میں پہلی دفعہ میں صحیح معنوں میں غصہ ہو گیا اور میں نے اس گناہ پیغام بھیجنے والے کو اور جسے میں نہ جانتا تھا کہ یہ پیغام کس نے بھیجا تھا، ایسی ایسی سلواتیں سنیں کہ انہیں وہ عمر بھر نہ بھولا ہوگا پھر مجھے احساس ہوا کہ پیغام کے سامنے اپنے غصے کا اظہار کر کے میں اپنی حماقت کا ثبوت دے رہا تھا۔ چنانچہ میں پیغام کو روک دیا کہ پھر کوشاں جھوپڑیوں کی طرف بھاگا اور غصے بھری آواز میں کرخت لہجے میں پانڈا سے ملاقات کرنے کی درخواست کی۔ کچھ ہی دیر بعد ”اسا کو“ یا شاہی گھرانے کا ملازم خاص، جس کے ساتھ میں نے پانڈا کو پیغام بھیجا تھا، واپس آیا اور بتایا کہ میں اسی وقت بادشاہ سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ احاطے میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ پانڈا کمرال کے آخری سرے پر تنہا بیٹھا ہوا تھا البتہ ایک زولو اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا جس نے بڑی سی دھال بادشاہ کے سر پر اٹھا رکھی تھی کہ اسے دھوپ کی تراز سے بچاتی رہے۔

دھال کے سامنے میں بیٹھے ہوئے بادشاہ زولو نے بڑی گرمجوش سے میرا استقبال کیا۔ میں نے فوراً ہی اپنے بیلوں کی گمشدگی اور اس کے بعد پیغام کی تفصیلات بیان کر دیں اس پر پانڈا نے دھال بردار کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ اب وہاں میرے اور پانڈا کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔

”باساں شب“ اس نے کہا۔ ”ان واقعات کے لئے تم مجھے کیوں قصور وار گردانتے ہو جبکہ تم خود کچھ رہے ہو کہ خود اپنے گھرانے پر بھی میرا کوئی اختیار نہیں؟ میکومیزن! میں تو ایک مردہ ہوں جس کے تخت اور جس

کی وراثت کے لئے اس کے بیٹے آپس میں لڑ رہے تھے یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے بیلوں کو کون ہٹا کر لے گیا۔ تاہم میں خوش ہوں کہ تمہارے تیل غائب ہو گئے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو تم ناٹال کی طرف روانہ ہو جاتے اور اس وقت تک تو تمہیں راستے میں اوسوٹو نے تمہیں قتل کر دیا ہوتا کیونکہ وہ تمہیں اسلامازی کا دوست اور مشیر یقین کرتے ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں شاہ زولو“ میں نے جواب دیا۔ ”اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ میرے بیلوں کی گمشدگی میرے لئے نیک شگون ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟ میں تو جون ڈن کے (یہ ایک دوسرا سفید فام تھا جو بری طرح سے زولو سیاست میں پھنس گیا تھا) نقش قدم پر چل کر زولو لینڈ سے رخصت ہو جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں پوچھتا ہوں کہ اپنے چھٹروں کو کھینچنے کے لئے کیا تم مجھے تیل دو گے؟“

”میرے پاس زائد تیل نہیں ہیں کہ تمہیں دے سکوں کیونکہ تم جانتے ہی ہو میکومیزن کہ ہم زولوؤں کے پاس چند ہی چھٹروں ہیں۔ چنانچہ ایسے تیل بھی نہیں ہیں جو چھٹروں میں جتنے کے عادی ہوں اور اگر ہوتے بھی تو یقین کرو میں تمہیں تیل نہ دیتا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون میری گردن پر ہو۔“

”شاہ زولو! تم کوئی بات مجھ سے چھپا رہے ہو۔ میں نے تمہاری سچی سے کہا۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟ یہ کہ میں نہیں نوڈاگو میں ہی ٹھہر جاؤں؟“

”تو پھر؟“

”میں چاہتا ہوں کہ جب جنگ شروع ہو تو میری اس خاص فوج کے ساتھ جاؤ جو میں اپنے بیٹے اسلامازی کی مدد کے لئے بھیجوں گا تاکہ اسلامازی تمہاری ہوشیاری اور جنگی قابلیت سے فائدہ اٹھائے۔ میکومیزن! میں تمہارے سامنے سچ کہوں گا سنو۔ میں اسلامازی کو چاہتا ہوں، اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ کانو واپو کی فوجی طاقت اس

سے بڑھی ہوئی ہوئی ہے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس کی زندگی بچا لیتا لیکن مجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کر سکتا ہوں کہ تمہارے بندے کے طور پر اپنی خاص رجنٹ تمہارے ساتھ روانہ کر سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے خاص نمائندے کے طور پر میدان جنگ میں پہنچنے اور اس کی رپورٹ مجھے دینے کے لئے جانا پسند کرو۔ بتاؤ میکومیزن جاؤ گے۔“

”میں کیوں جانے لگا؟“ میں نے جواب دیا۔ ”خصوصاً اس صورت میں جبکہ میں جانتا ہوں کہ دونوں میں سے فتح کسی کی بھی ہو بہر حال میں مارا جاؤں گا اور اگر فتح کانو واپو کی ہوئی تب تو میں مفت میں ہی مارا جاؤں گا۔“

”نہیں میکومیزن۔ میں حکم دے دوں گا کہ فتح کسی کی بھی ہو اگر فوج نے یا اس کے کسی بھی آدمی نے سفید فام میکومیزن کو اننگی بھی لگائی تو وہ قتل کر دیا جائے گا اور یقین کرو میکومیزن کم سے کم اس معاملے میں تو کوئی میری حکم عدولی نہ کرے گا۔ میکومیزن! میں التجا کروں گا کہ اس مصیبت کے دور میں مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ میکومیزن! اس رجنٹ کے ساتھ جاؤ جو میں بھیجنے والا ہوں اور میرے بیٹے اسلامازی کے کانوں میں اپنی ہوشیاری اور قابلیت انڈیل دو۔ رہا یہ سوال کہ تمہاری اس خدمت کا صلہ تمہیں کیا ملے گا تو میں عظیم کالے (شا کا) کے سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں زبردست انعام دیا جائے گا۔ میکومیزن! یقین کرو تم زولو لینڈ سے خالی ہاتھ نہ جاؤ گے۔“ میں قسم کھاتا ہوں میکومیزن کہ تم جو کچھ کرو گے مفت میں نہ کرو گے۔

میں اب بھی شش و پنج میں تھا کیونکہ اس معاملے میں مجھے خود اپنی ذات پر اعتبار نہ تھا۔

”اے پاساں شب!“ پانڈا نے کہا۔ ”تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ گے۔ نہ جاؤ گے نا؟“ میں اپنے بیٹے اسلامازی کی طرف سے پریشان ہوں جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ مجھے اسلامازی کی بہت زیادہ فکر ہے میکومیزن۔“

اور پانڈا اور پانڈا۔

بے شک یہ حماقت بلکہ سراسر جذباتیت تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ پانڈا نے بادشاہ کو روتے دیکھ کر میں بے حد متاثر ہوا اور اپنی ساری احتیاط بھول گیا۔

”شاہ زولو۔“ میں نے کہا۔ ”اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہاری رجنٹ کے ساتھ میدان میں جاؤں گا اور وہاں تمہارے بیٹے اسلامازی کے پہلو میں کھڑا ہوں گا۔“

اسلامازی کا زوال:

چنانچہ یوں ہوا کہ میں نوڈاگو میں ہی ٹھہر گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے علاوہ میں اور کبھی کیا سکتا ہوں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں ایک عجیب طرح کی اداسی اور بے چینی محسوس کر رہا تھا پورا کمرال سپاہیوں سے خالی تھا صرف دو رجنٹ وہاں تھے اور بس۔ ان میں سے ساگ کی رجنٹ تھی اور دوسری آمادابے ہے۔ یہ دوسری رجنٹ خاص شاہی رجنٹ تھی۔ اسے آپ شاہی محافظ دستہ سمجھ لیجئے۔ فوج باری باری سے شا کا اور ڈنگان کی خاص فوج رہ چکی تھی اور پانڈا کی خاص فوج تھی۔ زیادہ تر سردار ایک یا دوسرے شہزادے کے حمایتی بن چکے تھے۔ چنانچہ وہ بھی کانو واپو یا اسلامازی کے لئے فوجیں اٹھانی کرنے چلے گئے تھے۔ حتیٰ کہ زیادہ تر عورتیں اور بچے بھی کمرال چھوڑ کر جنگل میں پناہ گزین ہو گئے تھے کیونکہ کوئی نہ جانتا تھا کہ کیا ہو۔ کیا پتہ کہ فوج اپنی فتح کے نشے میں خود ان پر ٹوٹ پڑے اور ایک سرے سے ان کا قتل عام شروع کر دے۔

البتہ چند مشیر بادشاہ کے پاس رہ گئے تھے اور انہی میں بوڑھا پانڈا بھی تھا۔ یہ وہی پانڈا تھا جو ایک دفعہ بادشاہ کا پیغام، غلاب کی گولیوں کے ساتھ لے کر میرے پاس آیا تھا وہ رات کے وقت کئی دفعہ میرے پاس آیا اور ان افواہوں کا ذکر کیا جو ان دنوں گشت کر رہی تھیں۔ ان افواہوں سے معلوم ہوا کہ مخالف کلز یوں میں چند جھڑپیں چھوٹی جھڑپیں ہو چکی تھیں۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اب بڑی اور آخری جنگ زیادہ دور نہ کی۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامازی نے



اپنا میدان جنگ منتخب کر لیا تھا۔ یہ دریائے گیولا کے کنارے ایک میدان تھے۔

”اسلامی نے یہ میدان کیوں پسند کیا؟“ میں نے پوچھا۔ ”اور وہ بھی یہ جانتے تھے ہوئے کہ پشت پر دریا ہے چنانچہ اگر اس کے ساتھ بھالوں سے بچ گئے تو پھر دریائے کی جان لے لے گا؟“

”یہ تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔“ پاپوٹا بولا۔ ”لیکن کہتے ہیں کہ اس میدان کا انتخاب اسلامی نے اس خواب کی وجہ سے کیا ہے جو اس کے جرنیل سادوکو نے عین دفعہ دیکھا۔“

”کیا خواب تھا وہ؟“

”پتہ نہیں البتہ اس خواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ صرف اسی میدان میں اسلامی سرفراز ہوگا۔ بہر حال اس نے اس بات کو پسند کر لیا ہے اور میں نے سنا ہے کہ اس کے فوج کے سپاہیوں کی ساری ٹورٹس اور بیچے، جن کی تعداد ہزاروں ہے، دریا کے کنارے کی جھاڑیوں میں آکر چب گئے ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ وہاں سے تانال کی طرف بھاگ نکلیں۔“

”تو کیا ان گورتوں اور بچوں کے بازو نکل آئے ہیں؟“ میں نے کہا۔

”میں سمجھا نہیں؟“

”اس وقت دریا چڑھا ہوا ہوگا اور اگر ایسا ہوا تو پھر یہ عورتیں اور بچے اسے پرندوں کی طرح پرواز کر کے ہی عبور کر سکیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا اسلامی کی سمجھ بوجھ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں تو سمجھا ہوں کہ اس کی روح نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔“

”ہاں میکومیزن۔“ پاپوٹا نے سر ہلایا۔ ”میرا بھی یہی خیال ہے کہ اسٹولانوے ایڈولوزی (یعنی خود اس کی روح نے) نے اس کی طرف سے اپنا منہ موڑ لیا ہے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ سادوکو کوئی اچھا مشیر نہیں ہے۔ میکومیزن! بوڑھے پاپوٹا نے بڑے فلسفیانہ انداز میں اضافہ کیا۔ ”اگر میں اسلامی ہوتا تو اسے اپنا مشیر کبھی نہ بناتا جس کی بیوی کو میں نے چڑھالیا ہو۔“

”میں بھی نہ بنانا پاپوٹا! میں نے کہا۔

”دو دن بعد علی اس پاپوٹا ایک بار پھر میرے پاس آیا اور کہا کہ پاپوٹا نے مجھے طلب کیا ہے۔ چنانچہ میں اسی وقت شاہی کمرال میں پہنچا۔ وہاں پاپوٹا اپنی مخصوص تپائی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے آمادابے فوج کا سالار بیٹھا ہوا تھا۔

”پاسپاس شب! پاپوٹا نے کہا۔“ خبر آئی ہے کہ میرے بیٹوں کے درمیان عظیم جنگ کا آغاز چند دنوں میں ہی ہونے والا ہے۔ چنانچہ میں اپنی خاص فوج آمادابے اپنے قابل جرنیل پاپوٹو کی زیر قیادت روانہ کر رہا ہوں۔ میکومیزن! تم سے میری درخواست ہے کہ تم بھی ان لوگوں کے ساتھ جاؤ تاکہ تم انہیں مناسب مشورے دے سکو۔ اے پاپوٹا اور اے کپتانو! یہ ہیں میرے احکام۔ تم جنگ میں اس وقت تک کوئی حصہ نہ لو گے جب تک کہ تمہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ اسلامی کھڈ میں گرا چکا ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر تم جنگ کی آگ میں کود پڑنا اور اسلامی کو کھڈ میں سے نکال کر اس کی زندگی بچانا۔ اچھا اب میرے الفاظ میرے سامنے دہراؤ۔“

چنانچہ ان لوگوں نے ایک آواز ہو کر پاپوٹا کا حکم دہرایا۔

”تمہارا جواب میکومیزن؟“ جب وہ لوگ خاموش ہوئے تو پاپوٹا نے پوچھا۔

”شاہ زولو! میں کہہ چکا ہوں کہ میں جاؤں گا۔ حالانکہ مجھے جنگ پسند نہیں اس کے باوجود میں اپنا وعدہ نبھاؤں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر میکومیزن تیار ہو کر ایک گھنٹے میں یہاں آ جاؤ۔ رجنٹ دو پہر کے وقت روانہ ہوگی۔“

چنانچہ میں نے پڑاؤ میں آ کر اپنے چھکڑے ان چند آدمیوں کے سپرد کئے جنہیں پاپوٹا نے بھیج دیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اور سکاؤل نے اپنے اپنے گھوڑے پر زین کی۔ میں سکاؤل کو اپنے ساتھ لے جانا نہ چاہتا تھا لیکن اس وقادار ملازم نے میرے ساتھ چلنے پر اصرار

کیا۔ اس طرف سے فرصت پا کر ہم نے ہندو قیس اور ضرورت سے کچھ زیادہ کارتوس اور چند ضروری چیزیں بھی ساتھ لینے کے لئے تیار کر لیں۔ چنانچہ یوں تیار ہو کر ہم کمرال کے اس میدان کی طرف چلے جہاں رجنٹ جمع ہونے والی تھی۔ جاتے وقت میں نے بڑی حسرت سے اپنے چھکڑوں کی طرف دیکھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میں دوبارہ انہیں نہ دیکھ سکوں گا۔

میں کمرال میں پہنچا تو آمادابے کے سپاہی رقص کے میدان میں صف در صف کھڑے تھے۔ سب کے سب منتخب سپاہی اور جنگجو تھے اور کسی کی بھی عمر پچاس سے کم نہ تھی۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ سفید ڈھالوں اور لائے جھالوں سے سجے یہ سپاہی بڑا ہی مرعوب کن منظر پیش کر رہے تھے۔ خصوصاً اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی کمر پریٹل کی سفید کھال باندھ رکھی تھی اور سر میں سفید ہی پر لگا رکھے تھے۔

میں اور سکاؤل اس فوج کے سامنے پہنچے تو سپاہیوں نے خوشی کے فلک شکاف نعروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا کیونکہ اس دور میں کوئی بھی سفید فام قوت کا دہوتا سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے کہا زولو مجھے اچھی طرح جانتے اور مجھے پسند کرتے تھے اور پھر اس خیال سے ان کی ہمت بھی بڑھ گئی تھی کہ میں ان کے پر سالار کو مشورہ دینے اور اگر ضرورت ہوئی تو جنگ بھی کرنے والا تھا۔

ہم وہاں پہنچ کر اگلی صف کے آگے اور پاپوٹا کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر چند ہزار نوجوان بلکہ لڑکے نمودار ہوئے جو چٹائیاں اور کھانا پکانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے اور مویشیوں کا ایک زبردست ریوڑ ہنکاتے آ رہے تھے۔ یہ گویا ہمارا حکمہ رسد تھا۔ انہیں بھی ایک صف میں کھڑا کر دیا تھا۔

اور تب دفعتاً پاپوٹا اپنی جھونپڑی میں سے باہر آیا۔ اس کے ساتھ اس کے چند ملازم تھے۔ وہ شاید کوئی دعا پڑھا رہا تھا کیونکہ اس کے ہونٹ مل رہے تھے۔ ساتھ ہی وہ ہماری طرف را کھ یا کسی قسم کا سفوف پھینک

رہا تھا۔ میں سمجھ نہ سکا کہ یہ کون سی رسم تھی اور اس کا کیا مطلب تھا۔

جب پاپوٹا یہ رسم ادا کر چکا تو پاپوٹا نے اپنا بھالا بلند کیا۔ فوراً ہی چار ہزار حلقوں سے سہی سلام ”ہائیلی“ نکلا جس سے فضا ٹھنڈی اور جنگل کو بگڑا اور انہوں نے تین دفعہ شاہی سلام کا یہ لفظ اسی طرح گرج کی صورت میں کہا اور پھر یہ سب کے سب خاموش ہو گئے ایک بار پھر پاپوٹا نے اپنا بھالا بلند کیا اور چار ہزار آوازیں ایک آواز ہو کر ”انگو! یا قومی ترانہ گانے لگیں اور اس قومی ترانے کی تال پر ہمارے قدم اٹھے اور ہمارا کوچ شروع ہوا میرا خیال ہے کہ زولوؤں کا یہ قومی ترانہ بھی کسی کتاب میں نہیں لکھا گیا۔ اس لئے میں اس کے الفاظ یہاں نقل کرتا ہوں۔

”بایا ما زونڈا  
بایا ما لویا  
ایزوے زونڈے  
بازونڈا انگو!“

دسمبر کی دوسری تاریخ تھی اور صبح کا وقت تھا اور فضا میں سردی تھی جب میں آمادابے کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا جو ”انڈونکا کوسد“ کے نام سے مشہور تھی۔ یہ ایک میدان تھا جس میں چند نیلے تھے اور جو تانال کی سرحد سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔ دریائے گیولا اس میدان کو تانال سے الگ کر رہا تھا۔

آمادابے کو یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو وہ جنگ میں حصہ نہ لیں اس لئے ہم نے میدان جنگ کے دائیں طرف اور اس سے کوئی ایک میل دور ایک پہاڑی پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ پہاڑی تھی جو نسبتاً ہماری پہاڑی سے چھوٹی تھی۔

پو پھنے سے کچھ پہلے آمادابے کے ایک پیامبر نے آ کر مجھے بیدار کر دیا۔ ہمارے پاس خیمے نہ تھے چنانچہ میں ایک درخت تلے کھل اوڑھے سو رہا تھا اس پیامبر نے بتایا کہ شہزادہ اسلامی اور جون ڈی ٹائی ایک سفید فام مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں فوراً بستر میں



سے نکل آیا اور چونکہ کافروں کے سامنے مجھے اجازت  
صورت آنا پسند نہ تھا اس لئے میں لباس تبدیل کرنے  
اور منہ ہاتھ دھونے لگا مجھے یاد ہے کہ میں اپنے بالوں پر  
برش پیر چکا تھا کہ وہ دونوں آگئے۔

میں اب بھی تصویر کی نظروں سے اس وقت کے  
اسلامی کو دکھ سکتا ہوں۔ وہ میرے سامنے کھڑا ہوا تھا  
اور صبح کی دھند میں ایک دیو کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔  
اس کے ہاتھ میں جو بھالا تھا اس کا پھل غیر معمولی طور پر  
چوڑا تھا۔ زولو لینڈ میں مشہور تھا اور آج بھی ہے کہ ایسے  
جوڑے پھل والا بھالانہ تو اسلامی سے پہلے کسی سپاہی  
نے استعمال کیا تھا اور نہ بعد میں۔ اس کے گلے میں  
تانے کا ایک طوق پڑا ہوا تھا جس نے اسلامی کی  
شخصیت کو اور بھی مرغوب کن بنادیا تھا۔

شہزادہ اسلامی سامنے کھڑا اپنے دیدے گھما  
رہا تھا اور اپنا لبادہ بار بار اپنے جسم پر لپٹ رہا تھا کیونکہ صبح  
سردی اور اس کے بشرے پر کچھ ایسے جذبات تھے کہ  
میں نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ اپنے آپ کو ایک زبردست  
خطرے میں محسوس کرتا ہے۔

اس کے عین پیچھے، اپنے دونوں ہاتھ سینے پر  
باندھے اور زمین پر نظریں گاڑے سادو کو کھڑا تھا جو مجھے  
اس وقت خدا جانے کیوں ایک چھپا ہوا شیطان معلوم  
ہوا۔ اس کے بائیں طرف دہرے بدن کا ایک سفید قام  
نوجوان منہ میں پائپ دبائے اور ہاتھ میں بندوق لئے  
تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہی وہ جون ڈن تھا جس سے میں  
اس صبح پہلی دفعہ مل رہا تھا۔ ان کے پیچھے حکومت ناناں  
کی زولو لوچ کا ایک دست تھا۔ یہ زولو وردی پوش تھے اور  
بندوقوں سے مسلح تھے۔ ان کے ساتھ ہی چند مقامی کافر یا  
"کراں کافر" بھی تھے جو بھالے لئے ہوئے تھے۔ ان  
کافروں میں ایک جون ڈن کے گھوڑے کی لگام تھامے  
ہوئے تھا۔

حکومت کے زولوؤں کی تعداد تیس چالیس کے  
لگ بھگ تھی اور "کراں کے کافروں" کی تعداد سو اور  
تین سو کے درمیان۔

میں نے اسلامی سے مصافحہ کر کے اسے مج  
بغیر کہا۔

"میکو میزن! یہ بڑا منحوس دن ہے کہ اس پر  
سورج چمک ہی نہیں رہا۔" اسلامی نے کہا۔

اور اس کے یہ الفاظ بھی مجھے اتنے ہی منحوس  
معلوم ہوئے جتنا کہ اسے یہ دھند آلود دن معلوم ہوا تھا  
پھر اس نے میرا تعارف جون ڈن سے کرایا جون ایک  
دوسرے سفید قام سے مل کر بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد  
میں نے بغیر کسی تہدید کے پوچھا کہ وہ لوگ مجھ سے کیوں  
ملنے آئے تھے۔

اس پر جون ڈن نے بتایا کہ اسے حکومت ناناں  
کے کپتان دامزل نے بھیجا تھا کہ وہ زولوؤں کے حریف  
گروہوں میں صلح کرادے اس کی پیشکش کا اسلامی  
کے ایک بھائی نے..... غالباً یہ منافسانسیا تھا..... مذاق  
اڑایا اور کہا کہ وہ لوگ اتنے بیوقوف ہیں کہ اوسوٹو سے۔  
یعنی کاٹو دباؤ کے گروہ سے..... نگر لے سکتے ہیں۔ اس پر  
جب جون ڈن نے کہا کہ اس صورت میں ہزاروں  
عورتوں، بچوں اور مویشیوں کو ٹوگیلا کے دوسری طرف  
بھیج دیا جائے کہ کم سے کم وہ تو تاحین کے بھالوں سے  
محفوظ رہیں تو منافسانسیا نے اس کی یہ تجویز بھی رد کر دی  
اور چونکہ اس وقت اسلامی حکومت ناناں سے مدد کی  
درخواست کرنے گیا ہوا تھا اس لئے جون ڈن سوائے  
اس کے اور کچھ نہ کر سکا کہ خاموش ہو رہا۔

"خدا جسے برادکرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کی عقل  
سلب کر لیتا ہے۔ میں بڑبڑایا۔

"کیا کہا؟" جون ڈن نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" اسلامی کا یہ بھائی نرا احمق ہے۔"

میں نے کہا۔ ہم انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ کیا  
اب ہم اسلامی کو اس کے لئے تیار نہیں کر سکتے وہ  
عورتوں اور بچوں کو دریائے اس پار بھیج دے؟"

"اب اس کا وقت گزر چکا ہے مسٹر کواٹر مین"  
جون نے کہا۔

"کیوں؟"

"ڈاؤسٹو اب آگئے ہیں۔ م خود ہی دیکھو۔"

اور اس نے اپنی دور بین میری طرف  
پرہادی۔

میں ایک پتھر پر جا چڑھا اور دور بین آنکھ سے لگا  
کر سامنے والے میدان کا جائزہ لینے لگا۔ عین اس وقت  
ہوا کے ایک جھونکے نے دھند کو ایک طرف اڑا دیا تھا۔  
پورا میدان کوچ کرتے اور آگے بڑھتے ہوئے کافروں  
سے سیاہ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ ابھی کافی دور تھے۔ کوئی دو  
میل دور اور ان کی صفیں ہلائی شکل میں آگے بڑھ رہی  
تھیں اور ان کے بے شمار بھالوں کے پھلوں پر صبح کے  
سورج کی کرنیں ٹوٹ رہی تھیں۔ اس پہلی صف میں  
بیس یا تیس ہزار سپاہی تھے اور اس صف کو پچھرتین حصوں  
میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور ان کی کمان کاٹو دباؤ، اوزی مالا  
اور گروننگ نامی ایک نوجوان بوڑھو کر رہا تھا۔

"کیا ارادہ ہے؟"

"میں تو مسٹر کواٹر مین حکم کا بندہ ہوں۔ چنانچہ  
میں صلح کروانے کی کوشش کروں گا بشرطیکہ کوئی اس کے  
لئے تیار ہو۔"

"اور اگر تمہاری یہ کوشش ناکام رہی تو؟"

"تو پھر شاید جنگ کروں گا اور تمہارا کیا ارادہ  
ہے مسٹر کواٹر مین۔"

"میں بھی حکم کی تعمیل کر کے یہیں ٹھہروں گا۔  
البتہ۔" میں نے اضافہ کیا۔ "اگر یہ آدما بے میری بات  
مان کر میرے ساتھ بھاگ کھڑے ہوں تو بات دوسری  
ہے۔"

"اگر میں نے زولوؤں کو غلط نہیں سمجھا ہے تو  
رات کا اندھیرا اترنے سے پہلے یہ ایسا ہی کر سں گے۔  
مسٹر کواٹر مین! میں کہتا ہوں کہ تم اسی وقت اپنے گھوڑے  
پر سوار ہو کر میرے ساتھ چلے چلو۔ تمہارے قیام کے  
لئے یہ عجیب مقام ہے۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتا مسٹر ڈن۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں نے یہاں سے نہ ملنے کا وعدہ  
کر لیا ہے۔" میں نے گراہ کر جواب دیا۔

اور میں یہ اعتراف کرتے ہوئے ذرا بھی شرم  
محسوس نہیں کر رہا کہ میرے ارد گرد کھڑے ہوئے  
دیشیوں کو بھالے ہلاتے اور پھر دوسرے دیشیوں کو  
ہماری طرف بڑھتے دیکھ کر میری رہی سہی ہمت بھی  
جواب دینے لگی تھی۔

"بہت اچھا مسٹر کواٹر مین۔ تم اپنے معاملے کو  
مجھ سے زیادہ اور بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔ میری دعا ہے  
کہ خدا تمہیں محفوظ اور سلامت رکھے۔"

میری بھی تمہارے لئے یہی دعا ہے۔" میں نے  
جواب دیا۔

"اور پھر جون ڈن اسلامی کی طرف گھوم گیا  
اور اس سے پوچھا کہ وہ اوسوٹو کی نقل و حرکت اور ان کے  
نقشہ جنگ کے متعلق کیا جانتا ہے۔

اسلامی نے اپنے شانے اچکا کر جواب دیا۔

"اے مسٹر ڈن کے بیٹے! انی الحال تو میں کچھ  
نہیں جانتا لیکن سورج کے آسمان کے عین بیچ میں پہنچنے  
سے پہلے مجھے بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

عین اسی وقت ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور اس  
نے اسلامی کے سر میں اڑ سے "واقعی اوسوٹو آگئے  
ہیں۔" میں نے پھر پر سے نیچے اتر کر پوچھا۔ "مسٹر  
ڈن! اب تمہارا ہونے شتر مرغ کے لابنے پر کونسیٹ  
لیا۔ زولوؤں کے نزدیک یہ بدشگونی تھی چنانچہ پیچھے  
کھڑے ہوئے زولو خوف اور مایوسی سے جھپٹانے لگے  
اور ہوانے پر کواڑا کر سادو کو کے قدموں میں ڈال دیا۔  
سادو کو نے جھک کر پر کواٹھایا اور اسے واپس اسلامی  
کے سر پر لگاتے ہوئے کہا۔

"اے شہزادے! اردو نے چاہا تو میں پانڈا کے  
پیارے بیٹے کے سر پر اسی طرح تاج رکھنے کے لئے  
زندہ رہوں گا۔"

"سادو کو اس فوری جواب نے بکڑی ہوئی  
صورت حال کو سنبھال لیا اور وہ لوگ جو ابھی ایک یکسر  
پہلے خوف اور مایوسی سے جھپٹنا رہے تھے، خوشی کے



نعرے لگانے لگے۔ اسملازی نے مسکرا کر اور سر ہلکا کر اپنے ہر سالار کا شکر یہ ادا کیا۔ البتہ میں نے یہ بات خصوصیت سے نوٹ کی کہ سادو کو نے ”پانڈا کے پیارے بیٹے کا نام نہ لیا جس کے سر پر تاج رکھنے کے لئے وہ زندہ رہنا چاہتا تھا۔ پانڈا کے تو بہت سے بیٹے تھے اور یہ اسی دن پتہ چل جانے والا تھا کہ اس کا یہ ”پیارا بیٹا“ کون تھا۔

دو تین منٹ بعد جون ڈن اپنے دستے کو لے کر اور یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ وہ اوسو کو سمجھانے اور ان سے ملنے کی گفتگو کرنے جا رہا ہے اس کے بعد چند ٹائیوں بعد ہی سادو کو اور اسملازی بھی رخصت ہو کر اپنے حلیوں کی طرف جنہیں اپسنگ کوزا کہا جاتا تھا، چلے گئے، یہ اپسنگ کوزا خود ہمارے پڑاؤ کے بائیں طرف تھے اور ہمارے لئے حملے کا انتظار کر رہے تھے۔ رہا میں تو میرا تو یہ ہے کہ آدالہ کے ساتھ اکیلا رہ گیا اور ایک طرف بیٹھ کر وہ کافی پینے لگا جو ساڈل نے تیار کی تھی۔ ساتھ ہی میں نے تھوڑا سا ناشتہ بھی زہر مارا کیا۔

میں جگ کہتا ہوں کہ میں نے پہلے بھی اتنی بدولی سے اور یوں زبردستی کھانا نہ کھایا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں آخری دفعہ صبح کے سورج کو دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ اس وقت سورج پورا نظر نہ آ رہا تھا اور یہ کہ دوسری صبح دیکھنی مجھے نصیب نہ ہوگی۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا۔ لیکن یہ خیال سوہان روح بنا ہوا تھا کہ اگر میں مارا گیا تو ان دیشیوں میں اکیلا مروں گا اور اپنے ہم وطن اور سفید فام کی صورت دیکھنے کے لئے ترستا ہوا مروں گا۔ اب مجھے انفسوس ہو رہا تھا کہ میں کیوں پرانے جھگڑوں میں پھنس گیا۔ اس خیال نے مجھے اتنا بے چین کیا کہ میرا جی چاہا کہ پانڈا سے کہے ہوئے وعدے کو پس پشت ڈال کر جون ڈن کے ساتھ چلا جاؤں۔ لیکن یہ دستور لکھتے وقت میں ایک گونا گونا روحانی سرست محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے ایسا نہ کیا اور اپنی عزت اور نیک نامی بچا رکھی تھی۔

بہر حال جلد ہی فضا میں ایسا کھنچاؤ آ گیا اور اپنے نیلے پر سے واقعات کو روکنا ہوتے دیکھنے میں، ایسا

منہمک ہو گیا کہ اپنے یہ اداس کر دینے والے خیالات کو یکسر بھول گیا۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ اس نیلے پر سے میں نہ صرف پورے میدان جنگ کو بلکہ وہاں ہونے والے ایک ایک واقعہ کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ایک موقع پر سناش اور قابل جرنیل کی طرح پوری رجسٹ کو کھانا کھلانے کے بعد بوڑھا پانڈا بھی میرے پاس آ گیا اور میں نے اس سے پوچھا۔

”پاپوٹا تمہارے خیال میں آج تمہیں بھی جنگ میں شریک ہونا پڑے گا؟“

”ہاں میکومیزن! میرا تو ایسا ہی خیال ہے۔ میرے خیال میں اوسو کی تعداد اسملازی اور ایسنگ کوزا سے بہت زیادہ ہے۔ اور تم تو جانتے ہی ہو کہ پانڈا کا حکم یہ ہے کہ اگر اسملازی کو خطرہ ہو تو ہمیں اس کی مدد کرنی ہے۔ تم فکر نہ کرو میکومیزن کیونکہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج تم ہمارے بھالوں سے خون نپٹنا دیکھ لو گے۔ میکومیزن! تم سفید فاموں میں جا کر یہ نہ کہہ سکو گے کہ آدالہ بے بزدل ہیں کہ تم انہیں جنگ میں گویا چاک مار مار کر آگے بڑھاتے رہے۔ نہیں۔ نہیں۔ میکومیزن! آج صبح میری روح میری طرف دیکھ رہی ہے اور یہ میں ہوں کہ سمجھتا ہوں کہ ایک گائے کی طرح مروں گا چنانچہ پھر بھی ایسی عظیم جنگیں نہ دیکھ سکوں گا اور میکومیزن! یہ میری بیسویں جنگ ہوگی کیونکہ میں نے ہی آدالہ بے کی کمان عظیم کالے (شاکا) کے زمانے میں بھی کی اور ہر جنگ میں شریک ہوا تھا اور پانڈا کے ساتھ مل کر ڈنگان کے خلاف بھی لڑا تھا۔“

”اور شاید یہ بیسویں جنگ تمہاری آخری جنگ ہو۔“ میں نے کہا۔

”شاید میکومیزن۔ لیکن اگر میں اور شاہی فوج بھی اسی طرح لڑ کر کھیت رہی کہ ہماری کہانیاں رہتی دنیا تک لوگ بیان کرتے رہیں، تو پھر مجھے مرنے کی پرواہ نہیں۔ اداس نہ ہو، میکومیزن کیونکہ تمہارے روح بھی تمہاری طرف دیکھ رہی ہے جس طرح کہ جگ کے دن ہم لوگ بھی تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں چنانچہ بتاؤ

میکومیزن کہ جگ کے دن ہم کس طرح جنگ لڑیں گے اور بتاؤ کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو ہم یوں کس طرح مریں گے ہماری لاشیں دشمنوں کی لاشوں کے انبار تلے دبی ہوئی ہیں۔“

”آہ..... تو تم زولو اسے مشورہ کہتے ہو۔“ میں نے کہا اور پھر انگریزی میں اضافہ کیا۔ ”تم لوگ بے دین اور خون کے پیاسے لوگ ہو کہ بس لوہا اور مرنا، جان دینا اور جان لینا سمجھتے ہو۔“

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پاپوٹا نے میری بات سنی ہی نہیں کیونکہ ایک دم سے اس نے ایک ہاتھ سے میرا بازو پکڑا اور دوسرے سے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔ اس طرف اوسو فوج کا ایک سر بلکہ یوں کہتے کہ سینک جزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک لمبی اور پتلی تظاہر جس میں بھالوں کے پھل چمک رہے تھے ان کے ہلنے ہوئے بازوؤں اور حرکت کرتی ہوئی ٹانگوں کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کڑیاں ہوں جن کے جسم سفید سفید جنگی ڈھالوں کے ساتھ۔

”ان کا ارادہ سمجھتے میکومیزن؟“ پاپوٹا نے کہا۔ ”وہ اپنے سینکوں سے اسملازی کو روک دیں گے اور پھر اپنے سر سے (مطلب فوج کے قلب سے) حملہ کریں گے ان کا سینک (میسن) ہمارے درمیان سے گزر کر اسملازی کی فوج کے بائیں پہلو پر جا پڑے گا۔ ارے! ہاتھی ہاتھی! اھو! کہاں ہوتم؟ کیا مایینا کے ساتھ جھوپڑی میں سو رہے ہو؟ اے شاہ زولو کے بیٹے! اپنے بھالوں کو حرکت دو اور دشمن پر جا پڑو جب وہ ڈھلان پر ہوں۔ دیکھو۔“ پاپوٹا نے ایک دم سے کہا۔ ”یہ ڈن کا بیٹا ہے جو جگ کا آغاز کر رہا ہے۔ میں نے کہا نہیں تھا کہ راستہ بتانے کے لئے ہمیں سفید فاموں کی طرف دیکھنا چاہئے؟ میکومیزن۔ اپنی نگلی میں سے دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ میدان جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔“

چنانچہ میں نے ”نگلی“ میں سے دیکھا۔ یہ وہ درمیان تھی جو جون ڈن میرے پاس چھوڑ گیا تھا اور میدان جنگ میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے میں صاف طور

سے دیکھ سکتا تھا۔

جون ڈن اپنے سر پر سفید رومال باندھا ہوا اوسو کے دائیں سینک کی نوک تک پہنچ گیا اس کے ساتھ اپنا مختصر سادو اور ٹائال کے کافر تھے اور پھر دفعتاً اوسو کی صفوں کے درمیان سے دھوئیں کا ایک مرقعلا سا اٹھا۔ جون ڈن کی طرف گولی چلائی گئی تھی۔

ڈن نے رومال پھینک دیا اور گھوڑے پر سے اتار پڑا اور اب وہ اداس کی پولیس جواب میں بندھنیں چلا رہی تھی اور اوسو کی صفوں میں کے زولو تیزی سے گر رہے تھے۔ دفعتاً انہوں نے ایک جنگی غرور دکھایا اور آگے بڑھے لیکن آہستہ آہستہ کیونکہ وہ بندو کی گولیوں سے ڈرتے تھے۔ جون ڈن اور اس کے ساتھی بڑی بہادری سے لڑے لیکن اوسو نے انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اور پھر وہ ہمارے متوازی اور ہم سے صرف باؤسل کے فاصلے پر دائیں طرف تھے۔ اوسو انہیں برابر دھکیلنے چلے گئے۔ جون ڈن اور اس کے ساتھی قدم بہ قدم پسپا ہوتے ہمارے پیچھے نکل گئے اور وہاں وہ جھاڑیوں کے پیچھے جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے اور بہت وقت گزر گیا اور اس کے بعد ہی مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کیا کیا کیونکہ اس دن جون ڈن سے اور اس کے کسی بھی ساتھی سے میری ملاقات نہ ہوئی۔

اوسو کے دونوں سینک اپنا کام کرنے کے بعد سمنے لگے اور انہوں نے اسملازی کی فوج کو اپنے درمیان یوں لے لیا جس طرح کہ بھڑکھنی کو اپنے موچنوں میں لے لیتی ہے (اور میں نے سوچا کہ اسملازی یہ سینک کاٹ کیوں نہیں دیتا) اوسو کے زبردست بھینسنے نے اپنا حملہ شروع کیا۔ دوستوں کے بعد دسے، صفوں کے بعد صفیں آگے بڑھیں۔ کاٹو دایو کے بیس تیس ہزار سپاہیوں کے پیروں کی دھمک سے زمین تھرا گئی۔ وہ بھاگ کر ڈھلان پر چڑھے۔ اوپر سے اسملازی کے سپاہی ”لابا۔ لاپا۔ لاپا۔“ کے جنگی نعروں کے ساتھ ڈھلان پر سے اترے اور دونوں فوج کا تصادم ہو گیا۔



دو فوجوں کی ڈھالوں کے ٹکرانے کی آواز ہمارے گک یوں بچتی جیسے کہیں دور بادل گرج رہا ہو۔ بے شمار بھالوں کے پھل بھلیوں کی طرح چمک گئے۔ دونوں فوجیں ڈھلان پر گھٹم گھٹا تھیں اور پھر ہمارے آگاہی کے منوں میں سے شورا اٹھا:

”اسلامی جیت رہا ہے۔“

اور واقعی اوسوٹو پسا ہو رہے تھے۔ جس تیزی سے وہ ڈھلان چڑھ گئے تھے تقریباً اتنی ہی تیزی سے اگلے قدموں ڈھلان سے اتر رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں چھوڑتے جا رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ زمین لاشوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

”میں پوچھتا ہوں ہاتھی سیدھا قلب پر حملہ کیوں نہیں کر دیتا؟“ مایوٹا نے الجھ کر کہا ”بھینسا چت گرا ہے ہاتھی اسے زندہ کیوں نہیں ڈالتا؟“

”شاید اس لئے کہ وہ ڈرتا ہے۔“ میں نے کہا اور آنکھ سے دور بین لگائے بدستور میدان کی طرف دیکھتا رہا۔

اور اتفاقاً وہاں دیکھنے کو بہت کچھ تھا۔ بید کیے کران کا تعاقب نہیں کیا جا رہا ڈھلان کے قدموں میں پہنچ کر کانٹوں اور کی فوج تھیلی اور دوسرے حملہ کی تیاریاں کرنے لگی۔

اور ڈھلان پر اسلامی کی فوج میں گڑ بڑ ہوئی جس کا مطلب میں سمجھ نہ سکا۔ اس کے بعد غصے کی چیخیں سنائی دیں اور پھر فوراً ہی اسلامی فوج کا ایک حصہ کٹ کٹا گئے بڑھا۔ اس میں کوئی ایک ہزار سپاہی تھے۔ یہ لوگ اپنے بھالوں کے پھل زمین کی طرف جھکا کر بے دھرم اوسوٹو کی طرف بڑھے۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ یہ اسلامی کی فوج کے وہ جیالے ہیں جو اپنے طور پر دشمن پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ لیکن جب اوسوٹو کی صفوں نے خوشی کے نعروں کے ساتھ کل کر ان ہزاروں سپاہیوں کو اپنے درمیان میں لیا تو معاملہ میری سمجھ میں آیا۔

”دھوکا۔“ میں نے کہا۔ ”کون ہے یہ غدار؟“

”سادو کو اور اس کے ساتھ ہی آما کو با اور امانو نے اور دوسرے سردار کو میں نے انہیں کے سر دیلے پر لگے ہوئے پروں سے پہچان لیا ہے۔“ مایوٹا نے ٹی سے جواب دیا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ سادو کو اپنے سپاہیوں اور حمایتیوں کو ساتھ لے کر کانٹوں والے سے جا ملا ہے؟“ میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”ہاں میکومیزن۔ یہی ہوا ہے۔ سادو کو نے غدار کی کی چٹا نچاب اسلامی کا قصہ ختم ہوا۔“ اور اس نے اپنا ہاتھ تیزی سے اپنے منہ پر پھیرا۔ زلوڑوں میں اس اشارے کا ایک ہی مطلب تھا موت..... یا خاتمہ۔

رہا میں تو میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ میرے منہ سے ایک کراہ نکل گئی کیونکہ اب سارا معاملہ میری سمجھ میں آچکا تھا۔

دفعتاً اوسوٹو نے ایک دل ہلا دینے والا نعرہ لگایا اور ایک بار پھر ان کی فوج جو سادو کو کے اور اس کے ساتھیوں کے مل جانے سے بڑھ گئی تھی، ڈھلان پر چڑھنے لگی۔ اب اسلامی اور اس کے ایک کوزہ اسامی، جن کی تعداد اب میرے خیال میں آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اوسوٹو کا مقابلہ کرنے اور ان کا حملہ روکنے کے لئے بھی نہ ٹھہرے۔ وہ بڑی افراتفری میں بھاگے اور اوسوٹو کے پتلے دائیں سینگ کو توڑتے ہوئے دریائے نیگولا کی طرف نکل گئے۔

فوراً ہی ایک ہاتھ پاتا پتا پتھر ہمارے پاس آیا۔ ”اب میکومیزن! اور اسے مایوٹا نے ہیں اسلامی کے الفاظ“ وہ بولا۔ ”تم دونوں بادشاہ کی درخواست پر عمل کر کے اوسوٹو کو روکے رکھو تاکہ اسلامی کی فوج اور اس کے ساتھیوں کو اور جھاڑیوں میں چھپی ہوئی عورتوں اور بچوں کو نال کی طرف فرار ہوئے نہ کا وقت مل جائے۔ سپہ سالار سادو کو نے اپنے آقا سے غدار کی اور اپنی تین رجمنٹوں کے ساتھ دشمن سے جا ملا چٹا نچاب اب ہم ہزاروں اوسوٹو کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔“

”جاؤ اور شہزادے سے لہو کہ میکومیزن مایوٹا اور آما دلہے دشمن کو روکنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔“ مایوٹا نے بڑے سکون سے کہا۔ ”تاہم شہزادے کو ہمارا یہ مشورہ ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ جلد از جلد رو یا عبور کر لے کیونکہ ہم بہت کم اور کانٹوں والے کے ساتھی بہت زیادہ ہیں۔“

پتھر سلام کر کے تیزی سے رخصت ہوا، لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ وہ غریب اسلامی تک نہ پہنچ سکا کیونکہ وہ جہاں ہم تھے وہاں سے صرف پانچ سو گز دور اوسوٹو کے بھالوں سے مارا گیا۔

پھر مایوٹا نے جی کر حکم دیا اور آما دلہے سے تین منوں میں بٹ گئے۔ پہلی صف میں تیرہ سو سپاہی تھے، دوسری صف میں تیرہ سو اور تیسری میں تقریباً ایک ہزار سپاہی۔ ان کے پیچھے بار بردار تھے جن کی تعداد تین چار سو تھی۔ مجھے جو جگہ دی گئی۔ وہ دوسری صف کے تین بیچ میں تھی۔ یہ مقام مجھے غالباً اسی لئے دیا گیا تھا کہ میں گھوڑے پر سوار تھا اور یہاں سے آسانی سے اور سیدھا نشانہ باندھ کر گولیاں چلا سکتا تھا اور اپنے ارد گرد کچھ کھتا تھا۔

چٹا نچاب اس ترتیب سے ہم اپنی دائیں طرف چند گز آگے بڑھے۔ ہمارا صاف یہ ارادہ تھا کہ مغرور فوج اور تعاقب کرنے والے اوسوٹو کے درمیان حائل ہو جائیں اور اگر تعاقب کرنے والے ہم سے کترا کر نکلنا چاہیں تو ان کے پیلو پر جا پڑیں۔ کانٹوں والے کے جرنیلوں نے اپنے ارادے سے ہمیں زیادہ یرنگ شک میں نہ رکھا۔ ان کی فوج کا قلب تو تعاقب میں روانہ ہوا لیکن ان کی تین رجمنٹیں، اور ہر رجمنٹ دو ہزار پانچ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی، ہمارے سامنے ٹھہر گئیں۔ وہ بھی ہماری طرح تین صفوں میں بنی ہوئی تھیں اور ہر صف کے درمیان تقریباً چھ سو گز کا فاصلہ تھا۔

پانچ منٹ گزر گئے۔ اور میرے لئے یہ پانچ منٹ قیامت کے اور بے حد طویل تھے لیکن چونکہ میرے خیال میں روئے

زمین پر میرے آخری منٹ تھے اس لئے میں نے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے اور ان سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کی۔ حیرت ہے کہ میں ان اتفاقات کے متعلق نہ سوچ سکا جو ہونے والے تھے۔ اس کے برخلاف میرے خیالات بھٹکتے رہے اور میری نظر بھی بھٹکتی رہی۔ میں نے بہادر اور جنگجو آما دلہے کی صفوں کی طرف دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ ان لوگوں کی طرح بے حس و حرکت اور اسلئے تھے جو مرے والے ہوں حالانکہ ان کے بشریوں پر خوف کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ میں نے تو اپنے قریب کھڑے ہوئے آما دلہے کو طمینان سے سوار سوختے اور سوار کی ڈبیہ اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھاتے دیکھا۔ وہ سپاہی جو معرقتے اور جن کے بال سفید ہو رہے تھے آپس میں یوں مصافحہ کر رہے تھے جیسے وہ مختلف ستوں میں کی طویل سفر پر روانہ ہونے والے تھے۔ یقیناً یہ دونوں بھی گہرے دوست رہے ہوں گے۔ ادھر دو سپاہی بچی آواز میں زیادہ سے زیادہ اوسوٹو کا معنایا کرنے کے امکانات پر بحث کر رہے تھے۔ ”اس سے پہلے کہ وہ ہمارا معنا کر دیں۔“ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا ”ہم ان کے زیادہ سے زیادہ سپاہیوں کو کھٹکانے لگا دیں گے۔“

”اس کا انحصار اس بات پر ہے“ دوسرا بولا۔ ”کہ اوسوٹو کی رجمنٹیں ہم پر یکے بعد دیگرے حملہ کرتی ہیں یا وہ سب کے سب بیک وقت ہم پر حملہ کرتے ہیں اور اگر وہ ٹھنڈے ہوئے تو ایسا ہی کریں گے۔“

”پھر ایک سردار نے انہیں خاموش بوجھنے کو کہا چٹا نچاب ان کی گفتگو یہاں آ کر ختم ہوئی مایوٹا صفوں کے درمیان گشت کرنے اور افسروں کو احکامات دینے لگا۔ دور سے اس کا خشک جسم اور ہاتھ میں سفید حلال، یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک بہت بڑی چوٹی منہ میں کچھ پکڑے ادھر ادھر بھاگ رہی ہو۔ وہ وہاں آیا۔ جہاں میں اور سکاؤل اپنے اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے تھے۔

”ابا تو تم تیار ہو میکومیزن۔“ اس نے بشارت



سے کہا۔ ”میں نے کہا نہیں تھا کہ یہاں سے تم بھوکے نہ جاؤ گے؟“

”ماپو! میں نے کہا اب اس کا کیا فائدہ؟ اسلام آباد کی حکومت ہو چکی اور تم اس کی ابھی میں سے نہیں ہو۔ پھر ان سب کو ”میں نے آ مارا ہے“ منوں کی طرف ہاتھ ہلایا۔ ”اندھیری دنیا کی طرف کیوں دھکیل رہے ہو؟ میں کہتا ہوں، تم کیوں نہ دریا کی طرف چلے جاؤ اور غورقوں اور بچوں کو بچانے کی کوشش کرو؟“

”اس لئے میکومیزن کہ ان میں سے بہت سوں کو اندھیری دنیا میں لے جائیں گے۔“ اور اس نے اوسو کی طرف اشارہ کیا۔ تاہم ”اس نے قدرے ہچکچاہٹ کے بعد انصاف کیا۔“ یہ جھگڑا تمہارا نہیں ہے۔ تمہارے پاس اور تمہارے ملازم کے پاس بھی گھوڑا ہے چنانچہ اگر چاہو تو اپنے گھوڑے بھگا کر نکلے چلے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی جائیں بچا کر لے جا سکو۔“

اور اس وقت میرا غور میری مدد کو آیا۔ ”تمہیں۔“ میں نے کہا۔ ”میں نہ بھاگوں گا جبکہ دوسرے یہاں کھڑے جنگ کا انتظار کر رہے ہوں۔“ ”میں جانتا تھا میکومیزن کہ تم نہ بھاگو گے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تم اپنی شہرت پر ادغ لگنا پسند نہ کرو گے۔ اور یقین کرو میکومیزن کہ قبائل میں اپنی ہی اڑانے کے لئے آ مارا ہے بھی پیچھے نہ پھریں گے۔ بادشاہ کا حکم ہے کہ جنگ کا فیصلہ اسلام آبادی کے خلاف ہو تو ہم اس کی مدد کریں۔ چنانچہ میکومیزن ہم ہمیں مر کر بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کریں گے۔ میکومیزن! تم اس دیو قامت شخص کو مار کر گراؤ جسے جو جو سامنے کھڑا نہیں گالیاں دے رہا ہے؟ اگر ہاں تو اگر اوداسے یہ تمہارا احسان ہو گا مجھ پر مجھے اس سور سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔“

اور اس نے اوسو کے اس سردار کی طرف اشارہ کیا جو اوسو کی پہلی رجسٹ کے سامنے کوئی چھ سو گز دور گھٹ کر رہا تھا۔

”کوشش کرتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن قاصد زیادہ اور نشانہ مشکل ہے۔“

اور میں گھوڑے پر سے اتر کر پتھروں کے انبار پر چڑھ گیا۔ وہ اوسو کا سردار اب میرے سینے سامنے اور زو میں تھا۔ میں نے بندوق اٹھائی، احتیاط سے نشانہ لیا اور بلی دبا دی۔ ایک ہی سیکنڈ بعد گالیاں لینے والے نے ہوا میں اچھل کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے، بھالا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ خود اوندھے منہ گرا۔ آ مارا بے کی صفوں سے خوشی کا نعرہ بلند ہوا، ماپو نے اپنے خشک کالے ہاتھوں سے تالیاں پیٹ دیں اور اس کے ہونٹ مسکراہٹ کی صورت میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک چر گئے۔

”شکریہ میکومیزن۔ بڑا نیک شگون ہے یہ اسلام آبادی کے لڑکے کوڑا کچھ بھی کریں مجھے یقین ہے کہ ہمارا بادشاہ کے آدمیوں کا انجام بڑا شاندار ہو گا۔ اور یہی ہماری خواہش بھی ہے۔ واہ! کیا خوبصورت نشانہ تھا۔ جب میں ایٹھلوزی (روح) بن جاؤں گا تو اس نشانے کے منتقل ہو چنا اور خوش ہوتا رہوں گا اوداس میکومیزن!“ اور اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر گرجوشی سے دبا دیا۔ ”وقت آ گیا ہے۔ میں حملے میں سپاہیوں کی راہبری کرنے جا رہا ہوں۔ آ مارا بے کو حکم دے دیا گیا ہے کہ وہ آخر دم تک تمہاری حفاظت کریں تاکہ تم اس جنگ کا انجام دیکھ سکو۔ اوداس میکومیزن۔“

اور وہ اپنے سپاہیوں اور افسروں کے ساتھ چلا گیا۔

اس کے بعد میں نے اس بوڑھے سپہ سالار ماپو کو زندہ نہ دیکھا۔ البتہ میرا خیال ہے کہ بعد کے برسوں میں خود اس کے کراں اور حیرت انگیز حالات میں اس کی روح سے ملاقات ہوئی تھی لیکن اس واقعہ کا تعلق اس کہانی سے نہیں ہے۔

ادھر میں نے اپنی بندوق بھری اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ میں نے گوبی نہ چلائی تھی اس خیال سے کہ کہیں میری بندوق کی گولیاں ختم نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ زیادہ آدمیوں کو مارنے کی ضرورت بھی کیا تھی، یہ کام کرنے کے لئے وہاں بہت سے لوگ تیار تھے۔

ایک منٹ اور روبرو رہا۔ میں نے رجسٹ کی حرکت کی۔ پیچھے کرا دونوں رجسٹیں اسی طرح صف بنائے بیٹھ گئیں جیسے وہ اس بے حد دلچسپ کھیل میں رخنا ڈالنا نہ چاہتے ہوں۔ اس جنگ کا آغاز چھ ہزار آدمیوں کے درمیان ایک ڈویل کی صورت میں ہونے والا تھا۔

”واہ!“ میرے قریب کھڑے ہوئے سپاہی نے کہا۔ ”اب یہ لوگ یوں سمجھو کہ ہمارے تھیلے ہیں۔“ ”ہاں۔ یہ بچے (یہ لفظ نفرت سے کہا گیا) ہم سے اپنا آخری سبق سیکھنے والے ہیں۔“ دوسرے نے سر ہلا کر کہا۔

چند سیکنڈ تک خاموشی کا واقعہ رہا۔ لمبی صفیں آگے بڑھتے ہوئے بھالوں کی بھاڑوں کے پیچھے جیسے دبی رہیں۔ صف میں اس سرے سے اس سرے تک ایک سرگوشی دوڑ گئی جو یوں معلوم ہوئی جیسے درختوں میں سے ہوا گزر رہی ہو۔ یہ تیار ہو جانے کا کھٹل تھا۔ اس کے بعد دو ایک ایک آواز نے چیخ کر چند الفاظ کہے اور یہ الفاظ میرے آگے اور میرے پیچھے مختلف آوازوں نے بار بار دہرائے اور دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ ہم آگے بڑھ رہے تھے پہلے آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے چونکہ میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور صفوں سے بلند تھا اس لئے میں کوچ کا پورا منظر بخوبی دیکھ سکتا تھا اور یہ منظر ایسا تھا جیسے تین کالی مویں آگے بڑھ رہی ہوں اور ان کی سفید ڈھالیں گویا ان موجوں کی چوٹیوں پر کھڑے ہوں۔ اور اس پر ان کے بھالوں کے پھل چمک رہے تھے۔ آ مارا بے کے بھالوں کے پھل۔

ہم اب حملہ کر رہے تھے۔ میں اس منظر کو کبھی نہ بھولوں گا۔ آ مارا بے کے ہاتھوں سے بندھے ہوئے پر ہوا میں لہرا رہے تھے اور آٹھ ہزار قدموں کی دھک سے زمین لرز رہی تھی۔ اوسو ہم سے نکل لینے کے لئے ڈھلان چڑھ رہے تھے۔ خاموشی سے ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے تہ جارہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ قریب۔ اور اب ہم ان کی ڈھالوں کے کناروں

کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے چہروں کو دیکھ سکتے تھے۔ اور اب ہم ان کی آنکھیں دیکھ سکتے تھے جن میں خون کی پیماس تھی۔

اور پھر ایک گرج سے کوہ ویاہاں تھرا گئے۔ ایسی دھلا دینے والی گرج میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ یہ سپاہیوں کی ڈھالوں کے ٹکرانے کی آواز تھی اور جیسے فضا میں ہزاروں بجلیاں کوند گئیں۔ یہ فریقین کے بھالے تھے جو ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ اور پھر ایک فلک شکن نعرہ بلند ہوا۔ ”آ مارا بے کا خاتمہ کرو۔“

”جواب میں دوسرا نعرہ آسمان تک پہنچا۔“ ”اوسو کو مار دو۔“

اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کم سے کم میں تو نہیں جانتا لیکن بعد میں مسٹر اوسورن نے، جو ان دنوں نوجوان تھے چنانچہ جوانی کے جوش میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر دریائے ٹومیلکا کے اس پار محض یہ جنگ دیکھنے آئے تھے اور ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر انہوں نے سب کچھ دیکھا تھا، تو انہی مسٹر اوسورن نے مجھے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک زبردست موج جیسے ساحل پر کی چٹانوں کو بڑھ بڑھ کر مارنے کے ارادے سے بڑھ رہی تھی اور یہ موج آ مارا بے تھے۔ یہ موج پوری قوت سے چٹان سے یعنی اوسو سے، نہ صرف ٹکرائی، بلکہ اس پر چڑھ گئی۔

بہر حال تین ہی منٹوں میں اوسو کی رجسٹ کے ایک سپاہی کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور ہماری صفوں کے اس سرے سے اس سرے تک ”چیچ“ ”چیچ“ کی آواز اٹھ رہی تھیں۔ یہ اوسو سپاہیوں کے جسموں میں اترے ہوئے بھالوں کی آوازیں تھیں۔

پوری رجسٹ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہمارے بھی ایک تہائی سپاہی کھیت رہے تھے۔ کیونکہ آپ جانے اس قسم کی جنگ میں مردوں میں ہی شمار ہوتے ہیں۔ یعنی وہ کسی کام کے نہیں رہتے۔ اس جنگ میں، جو چند منٹوں سے زیادہ نہ رہی تھی، ہماری



پوری پہلی صف غائب ہو چکی تھی۔

فورا ہی اوسوئی دوسری رجسٹ اٹھ کر حملے کے لئے بڑھی۔ فتح کے ایک زبردست نعرے کے ساتھ ہم بھی ان سے ٹکر لینے کے لئے ڈھلان اترنے لگے ایک بار پھر ڈھالوں کے ٹکرانے سے گرج کی سی آواز پیدا ہوئی۔ اور اس دفعہ جنگ نے ذرا طول کھینچا اور چونکہ اب میں پہلی صف میں تھا اس لئے اس جنگ میں ظاہر ہے کہ مجھے حصہ لینا پڑا۔ مجھے یاد ہے کہ ان دو اوسوئو سپاہیوں کو، جنہوں نے میری طرف بھالے بھونک دیئے تھے۔ میں نے گولی مار دی۔ اس کے بعد بندوق میرے ہاتھ سے گھسیٹ لی گئی۔ اس کے بعد مجھے جو کچھ یاد ہے وہ یہ ہے کہ کئی ہم پیچھے ہٹ جاتے اور کبھی آگے بڑھ جاتے، پھر مجھے چھینیں یاد ہیں اور کراہیں یاد ہیں اور پھر میں نے فتح کے نعرے اور بالائی کی چیخیں سنیں اور اس کے فوراً بعد سکاؤل نے چیخ کر کہا۔

”باس! ہم نے ان شیطانوں کو مار بیگایا ہے۔ لیکن لو۔۔۔ دوسرے شیطان آ رہے ہیں۔“

اور تیسری رجسٹ ہماری تتر بتر صفوں پر آ پڑی۔ ہم نے سٹ کر ان کے سیلاب کو روکا۔ ہم نے بھونکوں کی طرح جنگ کی حتیٰ کہ بار بار دوسری جنگ میں شریک ہو گئے۔ اوسوئو چاروں طرف سے ہم پر ہنس آئے کیونکہ ہم نے اپنا ایک دائرہ بنالیا تھا۔ ہر منٹ میں سینکڑوں آدمی مر رہے تھے اور حالانکہ آادابے کی تعداد بڑی سرعت سے کم ہو رہی تھی لیکن وہ جہاں تھے وہیں جے رہے۔ اب میں بھالے سے جنگ کر رہا تھا حالانکہ یہ نہیں کہہ سکتا اور نہ جانتا ہوں کہ وہ میرے ہاتھ میں کہاں سے اور کیسے آ گیا تھا۔ البتہ کچھ دھندلا سا خیال ہے کہ یہ بھالا میں نے اس اوسوئو کے ہاتھ سے گھسیٹ لیا تھا جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھے بھالا مارتا وہ کسی اور کے بھالے میں چھد کر رہ گیا تھا مجھے اس کا چہرہ یاد ہے۔ وہ کاٹو دایو کے ساتھیوں میں سے ایک تھا اور نوڈو ڈانگو میں، میں نے چند کپڑے اس کے ہاتھ فروخت کئے تھے۔ میرے ارد

گرد لاشوں کے انبار لگتے جا رہے تھے اور ہم ان لاشوں کو، اور ان میں دشمنوں کی لاشیں بھی تھیں اور دوستوں کی بھی، روک یا پشتہ کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ دفعتاً میں نے سکاؤل کے گھوڑے کو پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہوتے اور خود سکاؤل کو لڑھک کر اس کی دم پیچھے کی طرف گرتے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ میرے قریب کھڑا جنگ کر رہا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں بھی بھالا تھا اور وہ بھالا چلاتے ہوئے انگریزی میں ڈچ زبان میں گالیاں بک رہا تھا۔

میں نے اسے کہتے سنا:

”بائے وارم (ذرا گرمی ہے) بائے وارم باس۔“

”دفعتاً میرا گھوڑا زور سے چیخا اور کوئی چیز میرے سر پر آ کر گئی۔ میرا خیال ہے وہ ٹوڈا ڈنڈا تھا جو کسی نے پھینک کر مارا تھا۔ اس کے بعد مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا سوائے اس کے کہ چند لمحوں تک مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے اندھیری فضاؤں میں اڑتا جا رہا ہوں۔

جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میں اب بھی اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور گھوڑا گھاس کے میدان میں آٹھ فیٹل کی گھنٹی کی رفتار سے بھاگا جا رہا تھا اور یہ کہ سکاؤل اس کی ہمیز پکڑے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔ سکاؤل خون میں لت پت تھا۔ گھوڑا بھی خون میں لت پت تھا اور میں بھی۔ یہ شاید ہمارا خون تھا کیونکہ ہم تینوں زخمی تھے یا شاید دوسروں کا تھا بہر حال میں نہیں جانتا تھا کہ ہم تینوں کس کے خون میں لت پت تھے البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہم بڑا ہی بھیانک منظر پیش کر رہے ہوں گے۔

میں نے لگا میں کھینچ لیں اور گھوڑا کئی قسم کی خار دار جھاڑیوں میں رک گیا۔ سکاؤل نے زین کی خرجی میں ہاتھ ڈال کر جن اور پانی کی بوتل نکال لی یہ بوتل، جس میں آدھی جن اور آدھا پانی تھا، سکاؤل نے جنگ شروع ہونے سے پہلے خرجی میں رکھ دی تھی۔ اس نے کارک کھول کر بوتل میری طرف بڑھادی۔ میں نے

بڑا سا گھونٹ لے کر بوتل سکاؤل کو دے دی۔ اس نے اس شراب کا ایک گھونٹ لیا۔ شراب معدے میں پہنچی تو میری رگوں میں حیات کی روشنی دوڑ گئی۔

”آدھا لپے کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”میرے خیال میں اس وقت تک سب کے بڑے مارے جا چکے ہوں گے اور باس! اگر تمہارا گھوڑا نہیں لے کر بھاگ نہ پڑا ہوتا تو ہم بھی اب تک مارے گئے ہوتے۔ وارم! باس! کمال کی جنگ کی ہے ان آادابے نے۔ ان کی بہادری کی داستانیں زولو لینڈ کے ہر کراں میں بیان کی جا رہی ہیں! آادابے نے اوسوئو کوچ گانچ اپنے بھالوں کی نوک پر رکھ لیا تھا۔

”چلو! یہ اچھا ہوا۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں؟“

”ٹانٹال۔ ٹی الحمال تو میں زولوؤں سے بھر پایا ہوں۔ ٹیگولا زیادہ دور نہیں ہے اور ہم اسے تیر کر عبور کر لیں گے۔ چلو باس۔ اس سے پہلے کہ ہمارے زخم دیک بکر ہمیں کسی کام کا نہ رہیں۔ ہمیں دریا عبور کر لینا چاہئے۔“

اور ہم چل پڑے اور چلتے رہے یہاں تک کہ ایک ڈھلان چڑھ کر اس کی چوٹی پر پہنچے۔ یہ چوٹی دریائے ٹیگولا کی طرف تھی۔

اور اس چوٹی پر سے ہم نے ایک لرزہ خیز منظر دیکھا۔

ہمارے عین سامنے خون کے پیاسے اوسوئو، جو اس وقت شیطانوں کا روپ معلوم ہوتے تھے، مغرور ایک کوزا کا ٹٹل عام کر رہے تھے۔ اوسوئو ان لوگوں کو اٹکاتے ہوئے۔ بہ یک وقت سینکڑوں کی تعداد میں دھکیلتے ہوئے دریائے کنارے تک لے جاتے اور وہاں یا تو انہیں بھالوں سے چھید دیتے یا دریا میں دھکیل دیتے فریٹ ہونے کے لئے اور دریا ڈوبے ہوئے اور ڈوبتے ہوئے سیاہ ہوتا۔

”سکاؤل! بھاؤ کے خلاف بڑھے چلو، میں نے کہا۔

اور ہم ایک برساتی خشک نالے میں چل پڑے۔ اس طرف چند زخمی چھپے ہوئے تھے۔ کچھ دور تک تم خاموشی سے چلتے رہے۔ دفعتاً میں نے ایک آواز سنی۔ اور ساتھ ہی ایک دیوتا مت شخص جھاڑیوں میں سے نکلا اور تیر کی طرح میرے قریب سے لکٹا چلا گیا۔ چند ثانیوں بعد ہی وہ اس چٹان پر کھڑا تھا۔ جو عین دریا پر جیسے کئی ہوئی تھی کیونکہ اس کے نیچے کی مٹی کو دریا کے سیلابی پانی نے ”کھالیا تھا۔“

”یہ تو اسملازی ہے۔“ سکاؤل نے کہا۔

”فورا ہی دوسرا شخص جھاڑیوں میں سے نکل کر اس چٹان کی طرف بھاگا جس پر اسملازی کھڑا تھا۔

”اور یہ سادو کو ہے۔“ سکاؤل نے پھر کہا۔

”میں اپنے گھوڑے کو آگے بڑھاتا رہا۔

حالانکہ میں جانتا تھا کہ دونوں سے دور رہنا ہی میرے حق میں بہتر ہوگا اس کے باوجود میں اپنے گھوڑے کو نہ روک سکا۔ میرا گھوڑا اس چٹان کے کنارے پہنچ گیا اور وہاں سادو کو اور اسملازی میں مقابلہ ہو رہا تھا۔

اگر حالات مختلف ہوتے تو زولو لینڈ کے سب سے زیادہ طاقتور آدمی کے سامنے سادو کو کی ساری پھرئی اور ساری قوت دھری رہ جاتی۔ لیکن شہزادہ جھکن سے چور تھا اور اس کا پہلو جھکن کی طرح اٹھ اور گر رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مجھے سے نڈھال معلوم ہو رہا تھا اور پھر سب کے آخر میں یہ کہ اس کے پاس ڈھال بھی نہ تھی۔ صرف بھالا تھا۔

سادو کو کے بھالے کا ایک وار اس کے ماتھے پر پڑا۔ اس کے ماتھے پر ج کالگا کر اس نے کواٹ گایا جس سے وہ پر بندھا ہوا تھا جسے جنگ سے پہلے ہوا اڑالے لگی تھی اور پھر خود سادو کو کا دوسرا وار اسملازی کے دائیں بازو پر پڑا۔ بھالے کا پھل اس کے آر پار نکل کر اسے بیکار کر گیا۔ اسملازی نے بائیں ہاتھ سے بھالا کھینچ لیا اور جنگ کو جاری رکھنے کی تیاری کرنے لگا۔

عین اس وقت ہم وہاں پہنچ گئے۔

”سادو کو! یہ کیا کر رہے ہو؟“ میں نے چیخ کر



کہا۔ ”کیا کتا اپنے آقا کا کالنے لگا ہے؟“  
سادو کو نے محوم کر حیرت سے میری طرف  
دیکھا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھ رہے تھے۔

”ہاں میکومیزن۔“ سادو کو نے جواب دیا۔  
”جب کتا بھوکا ہوتا ہے اور جب اس کا آقا اس کی ہڈی  
اس کے سامنے سے گھسٹ کر اپنے قبضے میں کر لیتا ہے تو  
پھر کتا اپنے آقا کا کالنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میکومیزن!

ہٹ جاؤ درمیان سے۔  
حالانکہ میں بالکل نہتا تھا لیکن ان دونوں کے  
درمیان آکھڑا ہوا تھا۔

”ہٹ جاؤ میکومیزن۔“ سادو کو نے کہا۔ ”کہیں  
ایسا نہ ہو کہ تمہارا حشر بھی عورت کے اس چور کا سا ہو۔“  
”میں نہ ہوں گا سادو کو۔“ میں نے چیخ کر کہا  
کیونکہ مجھے ایک دم سے غصہ آ گیا تھا۔ ”البتہ اگر تم مجھے  
قتل کر دو تو بات دوسری ہے۔“

اور تب اسملازی نے لب کشائی کی۔ اس کی  
آواز پھٹی ہوئی تھی اور ہر لفظ ایک بجلی کے ساتھ اس کے  
منہ سے نکل رہا تھا اس نے کہا:

”میں تمہارا شکر یہ ادا کرتا ہوں میکومیزن لیکن  
چاہتا ہوں کہ تم ایسا ہی کرو جیسا یہ سانپ کر رہا ہے۔  
ہاں۔ یہ وہ سانپ ہے جو میرے کراں میں رہا ہے اور  
جس نے میرے پیالے میں سے دودھ پیا ہے۔ ہٹ  
جاؤ میکومیزن! اور اس سانپ کو اپنا انتقام لینے دو۔ جو  
کچھ ہوا ہے اور ہو رہا ہے اس عورت کی وجہ سے ہوا ہے  
جس نے مجھ پر سحر کر دیا تھا۔ ہاں۔ وہ ساحرہ ہے جس  
نے مجھے اور ہزاروں آدمیوں کو خاک میں ملا دیا۔  
میکومیزن! تم نے مائتوانے کے اس عظیم بیٹے کے عظیم  
کارنامے کے متعلق سنا کچھ؟ تم نے سنا کہ کانو دایو سے  
رشتہ لے کر اس نے مجھ سے غداری کی؟ تم نے سنا کہ  
یہ میرے سائے میں بیٹھ کر میری ہی جڑ کھودتا رہا تم  
جانے ہو میکومیزن کہ جب جنگ ایک سوڑ پر تھی تو یہ  
تمک حرام اپنی رجنٹ کے ساتھ کانو دایو سے جالما؟ آ۔  
اے تمک حرام۔ آ غدار۔ یہ ہے میرا دل جس نے تجھ

سے محبت کی تھی اور تجھ پر اعتبار کیا تھا۔ آ۔ اور چھوڑ کر  
رکھ دے اسے۔“ اس کی یہی سزا ہے کیونکہ اس نے مجھ  
سے محبت کرنے اور تجھ پر اعتبار کرنے کا گناہ کیا ہے۔“  
”بیچ میں سے ہٹ جاؤ میکومیزن!“ سادو کو  
نے دانت پیس کر کہا۔  
لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

دفعتاً سادو کو مجھ پر نوٹ پڑا۔ میں زخمی تھا۔ اس  
کے باوجود میں نے اس کا مقابلہ کیا بلکہ بولیں کہیے کہ اس  
کی کوشش کی لیکن آخر میں ہوا یہ کہ سادو کو نے میرے  
حلق کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا اور  
اب وہ میرا گلا گھونٹ رہا تھا سکاؤل میری مدد کو دوڑا  
لیکن اس کے زخموں نے..... کیونکہ وہ بری طرح سے  
زخمی تھا۔ یا اس کی تحسین نے اسے مجھ تک پہنچنے نہ دیا۔  
بہر حال وہ غش کھا کر گرا اور میں نے سمجھ لیا کہ میرا  
آخری وقت آ گیا ہے۔

دفعتاً میں نے اسملازی کی آواز سنی اور ساتھ ہی  
اپنے حلق پر سادو کو کی گرفت ڈھیلی ہوتے محسوس کی۔  
”کتے! شہزادے نے کہا۔“ بھالا کہاں  
ہے تیرا؟“

اور یہ کہتے ہی اسملازی نے سادو کو کا بھالا نیچے  
دریا میں پھینک دیا۔ یہ بھالا سادو کو کے ہاتھ سے اس  
وقت چھوٹ گیا تھا جب اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا بعد میں  
یہ بھالا اسملازی نے اٹھالیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ  
اسملازی کا بھالا خود اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔

”کتے! اب تیری جان میرے ہاتھ میں ہے  
چنانچہ کیوں نہ میں تیرا خاتمہ کروں؟ لیکن میں تیری جان  
نہ لوں گا اور جانتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ میں نہیں چاہتا  
کہ تجھ جیسے غدار کا خون میرے خون سے مل جائے۔  
لے دیکھ۔“

اور اسملازی نے اپنے بھالے کا سر اچھڑ پر لٹکا کر  
اس کے چوڑے پھل کے نوک پر اپنا سینہ رکھ دیا۔  
”سادو کو! تو نے اور تیری ساحرہ بیوی نے مجھے  
بتا کر دیا۔ دیکھو! میرا اور میرے تمام ساتھیوں کا خون تم

دونوں کی گردن پر ہے۔ تیرا نام دنیا کے سارے  
دوروں کے سختوں میں بدبو بن کر گھستار ہے گا اور میں  
اس سے تو نے غداری کی ہے۔ ہاں میں شہزادی  
اسملازی، جب تک تو زندہ رہے گا مجھے آسیب بن کر  
پیش کرنا رہوں گا۔ ہاں سادو کو۔ میری روح  
ترے جسم میں داخل ہو جائے گی اور جب تو مر جائے  
تو دوسری دنیا میں ہماری ملاقات ہوگی۔ میکومیزن!  
ہری یہ داستان سفید فاموں کو سنا دینا۔ گواہ رہنا  
میکومیزن کہ میں عزت سے جیا ہوں اور عزت کی  
موت مر رہا ہوں۔“

اسملازی خاموش ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ  
اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور یہ آنسو اس کے  
اچھے کے زخم سے بہتے ہوئے خون سے اس کے گالوں  
پر بیک رہے تھے۔  
دفعتاً اسملازی نے اونچی آواز میں جنگی نعرہ لگایا۔  
”لا۔ لا۔ لا۔ لا۔“

اور ساتھ ہی اپنے بدن کا سارا بوجھ بھالے کے  
پل پڑا دیا۔

بھالے کا پھل اس کے سینے میں سے گھسا اور  
پٹ میں سے نکل آیا۔ اسملازی اپنے گھٹنوں اور  
ہاتھوں پر گرا۔ اس نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔  
میں اس کی اس آخری اور تڑپا دینے والی نظر کو بھی نہ بھلا  
سکں گا۔ اور پھر وہ ایک طرف لڑھک گیا اور چٹان کے  
کارے پر سے نیچے دریا میں جا پڑا۔

کچھ ہی دیر بعد اس کے دریا میں گرنے کا جھپکا  
نائل دیا۔

اور یہ شاہ زولو پاٹا کے اس پیارے بیٹے کا  
انجام تھا جس کا نام اسملازی تھا اور جس کے گرد افریقہ کی  
لیکن مائیتانے اپنا جال پھیلا دیا تھا۔

بڑے ہی غمناک لمحات تھے۔ یہ حالانکہ اس  
انڈو کی برس گزر گئے لیکن یہ سطور لکھتے وقت میں میں  
لاہوں جس طرح کہ شہزادہ اسملازی رویا ہے۔

الہمیز اور شاہی خون:

اس کے بعد شاید وہاں چند اوسلو آ گئے کیونکہ  
میرا خیال ہے کہ میں نے سادو کو کو کہتے سنا:  
”خبردار کوئی میکومیزن اور اس کے ملازم کو ہاتھ  
نہ لگائے۔ یہ دونوں میرے قیدی ہیں۔ چنانچہ جس نے  
انہیں چھو یا بھی وہ اپنے پورے گھرانے کے ساتھ مارا  
جائے گا۔“

چنانچہ انہوں نے مجھے اٹھا کر میرے گھوڑے پر  
بٹھادیا۔ اس وقت مجھ پر بیہوشی طاری ہونے لگی تھی۔  
سکاؤل تو بیہوش ہی تھا چنانچہ اسے اٹھا کر ڈھالوں پر  
لٹا دیا گیا ہے۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ  
کو ایک غار میں یا اوپر چھٹی ہوئی چٹان کے نیچے پایا۔  
سکاؤل بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ اسے ہوش آ چکا تھا  
لیکن وہ بہت ہی زیادہ وحشت زدہ معلوم ہوتا تھا۔  
سکاؤل کو نہ تو اس وقت معلوم ہوا اور نہ ہی اس کی موت  
کے متعلق میں نے سکاؤل سے کچھ کہا۔ چنانچہ دوسرے  
بہت سے لوگوں کی طرح سکاؤل نے بھی سمجھ لیا کہ  
شہزادہ اسملازی دریا کے نیچے لٹکا کر مہر کرنے کی کوشش کرتا  
ہو ا غرق ہو گیا۔

”سکاؤل! یہ لوگ ہمیں قتل کرنے والے  
ہیں؟“ میں نے پوچھا کیونکہ باہر سے آئی ہوئی فتح اور  
خوشی کی آوازوں سے میں نے سمجھ لیا تھا کہ ہم فارغ  
اوسلو کے درمیان تھے۔

”کیا پتہ باس۔“ وہ بولا۔ ”لیکن اچھا ہو کہ  
وہ ہمیں قتل ہی کر دیں۔ اتنے بہت سے مصائب سے  
گزرنے کے بعد مر جانا تو بڑی افسوسناک بات نہ  
ہوگی۔ ہاں اگر جنگ میں مارے جاتے تو بات  
دوسری تھی۔“

میں نے سکاؤل سے اتفاق کرتے ہوئے سر  
ہلایا۔ عین اس وقت ایک زولو جو یقیناً جنگ کرتا ہوا آیا  
تھا۔ غار میں داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایک  
چوبی قاب تھی جس میں تیل کا بیٹا ہوا گوشت تھا اور  
دوسرے میں صراہی تھی جس میں پانی تھا۔

”یہ کھانا کانو دایو نے بھیجا ہے، میکومیزن! زولو



نے کہا۔ ”کانو وایو کو نفوس ہے کہ یہاں نہ شرارت ہے اور نہ دودھ میکو میزن! جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو باہر ایک محافظ تمہارا منتظر ہوگا۔ وہ تمہیں کانو وایو کے پاس لے جائے گا۔“

اور اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔

”سکاؤل نے کہا۔“

”ہاں ہاں۔“

”اگر وہ لوگ ہمیں قتل ہی کرنے والے ہوتے تو ہمارے لئے کھانا نہ بھیجتے چنانچہ سکاؤل بہتری کی امید رکھتا تھا کھانا کھاؤ۔“

”کیا یہ میکو میزن“ سکاؤل نے گوشت کا لقمہ اپنے منہ میں رکھتے ہوئے کہا تاہم خالی پیٹ کی بہ نسبت بھرے پیٹ سے مرنا بہتر ہوتا ہے۔“

چنانچہ ہم نے کھانا کھایا اور پانی پیا اور چونکہ ہماری فاقہت زنیوں کی وجہ سے نہ تھی۔ ہمارے ذمہ خطرناک نہ تھے۔ بلکہ تحسین کی وجہ سے بھی اس لئے ہماری قوت عموماً آئی۔ جب ہم گوشت کا آخری ٹکڑا۔ جو آدھا کچا تھا کیونکہ اسے بھالے کے پھل میں پروکھالاؤ پر بھونکا گیا تھا۔ چار رہے تھے تو باہر منتظر کھڑے ہوئے زولو نے اندر بھاگ کر پوچھا کیا ہم تیار ہیں۔ میں نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر میں اور سکاؤل ایک دوسرے کا ہمارا لئے کر لے کر نکلے ہوئے باہر آ گئے۔

باہر تقریباً پچاس سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ ان سپاہیوں نے نعرے لگا کر ہمارا استقبال کیا حالانکہ ہماری حالت ایسی ہو رہی تھی کہ اسے دیکھ کر سپاہیوں کے غروں میں ہنسی شامل ہو گئی تاہم ان کے یہ نعرے غیر دوستانہ نہ تھے۔ ان ہی لوگوں کے درمیان میرا گھوڑا کھڑا ہوا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بے حد ادا معلوم ہوتا تھا۔ مجھے سہارا دے کر اس پر سوار کر لیا گیا۔ سکاؤل نے حسب معمول اس کی میسر چڑی اور اس طرح ہم کوئی پاؤ میل کے فاصلے طے کر کے کانو وایو کے سامنے پہنچے۔

وہ شام کے سورج کی تیز کرنوں میں میدان کی ایک ڈھلان پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے کھلا ہوا

میدان پھلتا چلا گیا تھا۔ یہ منظر بے حد عجیب اور وحشت ناک تھا۔ سامنے اپنے میسرروں اور سرداروں میں گھرا ہوا فاتح شہزادہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے سے ان کی فاتح فوج کے دستے اسے سلام کرتے اور اونچی آواز میں اس کے القاب کہتے گزر رہے تھے۔ تعریف کے گیت گانے والے بھی اس کے سامنے دوڑ دوڑ کر اس کی تعریف کے گیت گارہے تھے اور ان بڑے لوگوں کے نام لے رہے تھے جو اس جنگ میں مارے گئے تھے۔ اور ان لوگوں نے کانو وایو کو ایک نیا لقب دیا جس کے معنی ہیں دنیا کو نگل جانے والا۔“

اس عرصے میں بار بار درگروہ درگروہ آتے رہے۔ وہ خاص آدمیوں، افسروں اور امراء کی لاشیں ڈھالوں پر اٹھا کر لاتے اور میدان میں ترتیب سے اور ایک قطار میں اس طرح رکھتے رہے جس طرح کہ دن بھر کے شاکر کے بعد شام کے وقت شکار کئے گئے جانوروں کو شکاریوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کانو وایو ان لاشوں کو خصوصیت سے دیکھتا چاہتا تھا لیکن چونکہ وہ اس قدر تھکا ہوا تھا کہ گھونٹنے پھرنے کے قابل نہ رہا تھا اس لئے اس نے حکم دیا تھا کہ لاشوں کو اس کے سامنے لا کر رکھا جائے۔ انہی لاشوں میں، میں نے اپنے دوست بوڑھے ماپونا کی لاش بھی دیکھی جو بھالوں کی ضربوں سے صحت معنوں میں جھلتی ہو رہی تھی اور میں نے دیکھا کہ ہر زخم اس کے سینے پر تھا اور اب بھی اس کے مڑھائے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

ان قطاروں کے آگے چھ لاشیں تھیں۔ یہ سب کی سب دیوقامت زولوؤں کی لاشیں تھیں۔ ان میں، میں نے اسملازی کے بھائیوں کی لاشوں کو پہچان لیا جو اس کے ساتھ مل کر لڑے تھے اور جو کانو وایو کے سوتیلے بھائی تھے۔ انہی میں ان تین شہزادوں کی لاشیں بھی تھیں جن پر وچ ڈاکٹر زکا کی لاشی اڑائی ہوئی دھول اس وقت گری گئی جب اس نے ماینا کے شوہر ماسو پوکوسو نگھا تھا۔ سکاؤل کی مدد سے میں گھوڑے پر سے اتر اور

نکلنا ہوا لاشوں کی ان قطاروں کے درمیان سے گزر کر کانو وایو کے سامنے پہنچا۔ یہاں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ زولوؤں کے مطابق ہر لاش کا پیٹ چربا ہوا تھا کہ ان کی رگوں میں آزاد ہو جائیں اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر ان کی رگوں، زولوؤں کے اعتقاد کے مطابق، ان کے قاتلوں کو بھوت بن کر پریشان کرتیں۔

”سیا کوبا۔ میکو میزن۔“ کانو وایو نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے اس سے معافی تو کیا لیکن اس کی خوش آمدید کا جواب نہ دے سکا۔

”میں نے سنا ہے میکو میزن کہ تم آمادابے کی، جنہیں میرے باپ نے بھیجا تھا، کمان کر رہے تھے، اور میں خوش ہوں کہ تم زندہ بچ گئے۔ اس کے علاوہ مجھے اس پر فخر ہے کہ آمادابے نے ایسی بہاری سے جنگ کی کیونکہ بادشاہ کے بعد میں ہی اس رجسٹ کا جرنیل تھا حالانکہ بعد میں اختلاف ہو گیا۔ بہر حال میں خوش ہوں کہ انہوں نے ایسی جنگ کی۔ میں نے حکم دے دیا ہے کہ ان میں سے جو بچ رہے ہوں انہیں قتل نہ کیا جائے تاکہ وہ اس آمادابے رجسٹ کے افسرین میں جواب میں تیار کروں گا۔ جانتے ہو میکو میزن کہ تم نے ہماری تین رجسٹوں کا بالکل ہی صفایا کر دیا ہے۔ اور ہمارے اتنے بہت سے آدمی قتل کئے ہیں کہ میرے بھائی کی پری فوج مل کر بھی اتنے آدمی قتل نہ کر سکتی تھی میکو میزن! تو عظیم آدمی ہو۔ اگر سادو کو کی وفاداری“ یہ لفظ اس نے غمی سے کہا۔ ”شامل حال نہ ہوتی تو میدان اسملازی کے ہاتھ رہتا۔ بہر حال اب میرا اور اسملازی کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ چنانچہ میکو میزن اب اگر تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بادشاہ کی ساری فوج کا جرنیل بنادوں گا کیونکہ تم جانو اب ملک کے ہر معاملے میں میرا دخل ہوگا اور میری سنی جائے گی۔“

”اے پانڈا کے بیٹے! یہ تم نے غلط کہا۔“ میں نے جواب دیا۔ ”تمہاری بے پناہ فوج کا مٹھی بھر

آمادابے نے جیسا قابل تعریف اور بہادرانہ مقابلہ کیا ہے اس کا سہرا میرے نہیں بلکہ بادشاہ کے میسر اور عظیم کالے انڈو آنہ ماپونا کے سر ہے۔ یہ دیکھو۔ ماپونا اپنی پوری شان کے ساتھ تمہارے سامنے لیٹا ہوا ہے۔“ اور میں نے ماپونا کی لاش کی طرف اشارہ کیا میں نے اس کی فوج کے ایک معمولی سپاہی کے طور پر ہی جنگ میں حصہ لیا تھا۔“

”ہاں۔ یہ ہم جانتے ہیں میکو میزن اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ماپونا اپنے طور پر بے حد ہوشیار بندر تھا لیکن یہ اسے تم نے سکھایا ہے کہ کب کسی چھلانگ لگائی جائے۔ بہر حال وہ مرچکا ہے اور آمادابے کے بھی قریب قریب سارے سپاہی مر چکے ہیں اور میری تین رجسٹوں میں سے مٹھی بھر سپاہی بچے ہیں بقید گدھوں کی خوراک بن گئے۔ یہ قصہ ختم ہوا اور وہ لوگ بھلا دیئے گئے حالانکہ قسمت کی کسی کروٹ نے بھالوں سے تمہیں محفوظ رکھا میکو میزن تم یقیناً بڑے جاوگر ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم، تمہارا گھوڑا اور تمہارا ملازم صرف چند خرافیں لے کر میرے سامنے نہ آتے بلکہ تمہاری بھی لاشیں ہی میرے سامنے لائی جاتیں۔ لیکن تم بچ گئے جس طرح کہ پہلے بھی اور زولو لینڈ میں ہی جیسے ہوا اور اب تم دیکھ رہے ہو کہ سامنے ان چند لوگوں کی لاشیں بھی پڑی ہیں جو میرے باپ کے نطفے سے ہیں۔ لیکن ایک لاش ان میں نہیں ہے اس کی لاش جس کے خلاف میں نے جنگ کی تھی۔ حالانکہ ہم نے آپس میں جنگ کی لیکن یقیناً کرو میکو میزن وہ مجھے اپنے سب بھائیوں سے زیادہ عزیز تھا۔ مجھ سے کہا گیا ہے میکو میزن کہ تمہا تم جانتے ہو کہ میرے اس بھائی کا کیا بنا جس کی لاش ان لاشوں میں نہیں ہے۔ چنانچہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ کس کے ہاتھ سے مارا گیا تاکہ میں اس ہاتھ کو انعام دے سکوں۔“

اور اب میں نے چاروں طرف دیکھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا کروں؟ کیا کانو وایو کے سامنے



حقیقت بیان کر دوں یا خاموش رہوں؟ اور تب میری نظریں سادو کو کی نظر سے چار ہوئیں۔ سادو کو کاٹو والی کے انفراد کے ساتھ لیکن ہر انفر سے دور بیٹھا ہوا تھا۔ سب سے الگ تھلک اور مجھے یاد آیا کہ اسملازی کے انجام سے صرف ہم دو واقف ہیں۔

اب یہ میں نہیں جانتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا لیکن مجھے خیال آیا کہ اس راز کو راز ہی رکھنا مناسب ہوگا۔ کیا ضروری تھا کہ فتح کے نشے میں سرشار کاٹو والی کو یہ بتا دوں کہ اسملازی خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جان لینے پر مجبور ہو گیا؟ کیا ضروری تھا میں سادو کو کی فتح کو برہنہ کر کے اسے شرمندہ کر دوں؟ میں کون ہوتا ہوں کہ اس خوفناک ٹانگ کے کرداروں کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کروں؟

”کاٹو والی! میں نے کہا۔“ یہ سچ ہے کہ میں نے اسملازی کا انجام دیکھا ہے۔ کسی دشمن نے اسے قتل نہیں کیا۔ اس کا دل ٹوٹ گیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا ہے۔ وہ ایک چٹان پر مرا۔ رہی دوسری باتیں تو انہیں جا کر دریائے نیگولا سے پوچھو جس میں وہ جا پڑا۔“

”کاٹو والی نے لمبے بھر کے لئے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔“ آہ! کیا یہ سچ ہے؟“ چند ثانیوں کے بعد وہ بولا۔ ”میں پھر کہتا ہوں کہ اگر سادو کو نہ ہوتا، جس کا اختلاف ایک عورت کی وجہ سے میرے بھائی سے ہو گیا تھا، تو اسملازی کی جگہ میں ہوتا جو اس چٹان پر ٹوٹے ہوئے دل کی وجہ سے مرا۔ سادو کو! تمہارا جھگڑا یہ زبردست احسان ہے جس کا بدلا میں چکاؤں گا لیکن تم میرے دوست نہ ہو گے سادو کو۔ ہاں۔ میں تمہیں اپنا دوست نہ بناؤں گا مبادا ہم میں بھی کسی عورت کی وجہ سے اختلاف ہو جائے اور پھر میں بھی اپنے آپ کو کسی چٹان پر مارتا پاؤں۔ اے میرے بھائی اسملازی تیری موت کا مجھے غم ہے۔ کیونکہ ہم بہر حال ساتھ کھیلے تھے اور ہم نے ایک دوسرے سے محبت کی تھی لیکن انیسویں کہ ہم اس کھلونے کے لئے لڑ پڑے جس کا نام تخت ہے

یہ سب میرے بھائی ایک باڑے میں دو سائے نہیں رہ سکتے جیسا کہ ہمارے باپ نے کہا تھا۔“ میرے بھائی! تم چلے گئے اور میں رہ گیا کون جانتا ہے کہ میرا انجام کیا ہوا اور میں اس وقت یہ کہوں کہ خوش قسمت تھے تم کہ سلا گئے اسملازی! تم ٹوٹے دل سے مرے ہو لیکن کیا پتہ میں کس طرح مردوں۔“

کاٹو والی سے اپنی اس ملاقات کا ذکر یہاں میں نے اس تفصیل سے اس لئے کیا ہے کہ اسی کی وجہ سے یہ بات مشہور ہو گئی کہ اسملازی اس لئے مرا کہ اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔

غالباً میں پہلے کسی جگہ کہہ چکا ہوں کہ کاٹو والی دوسرا شاکا تھا لیکن اس وقت وہ کچھ نرم تھا چنانچہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اس کی اس حالیہ اور عارضی نرمی سے فائدہ اٹھا کر اس سے اجازت حاصل کر کے خون خرابے کی اس دھرتی سے رخصت ہو جاؤں۔ حالانکہ میں نے اس کے خلاف جنگ کی تھی تاہم امید تھی کہ وہ مجھے اجازت دے دے گا، خصوصاً اس لئے کہ اس وقت اس کا مزاج بگڑا ہوا نہ تھا۔ سچ تو ہے کہ میں جن حالات سے گزر رہا تھا انہوں نے میرے اعصاب کو پوری طرح سے سمجھنا دیا ہے اور میں میدان کے لرزہ خیز منظر اور خوفناک آوازوں سے دور چلا جانا چاہتا تھا۔ اس میدان جنگ سے جس میں اس دن ہزاروں لاشوں کو گدھ ٹوچ رہے تھے۔ چنانچہ جب میں کاٹو والی کے پاس جانے کا ارادہ کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے جانے کا بہترین وقت کون سا ہوگا کہ ایک ایسا واقعہ ہوا کہ یہ موقع بھی میرے ہاتھ سے نکل گیا۔

”اپنے پیچھے ایک آواز سن کر میں اس طرف گھوم گیا تو دیکھا کہ اس طرف ایک دہرے بدن کا زولو کھڑا ہوا تھا وہ زولوؤں کا جنگی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بھالا تھا اور دوسرے میں شتر مرغ کے پر جو سر پر لگائے جاتے تھے وہ یہ پردوسوں کی طرح بلار ہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

(جاری ہے) +



PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ  
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر  
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ  
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے  
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM